

معجزة ردا مس



تصنيف

حضرت فیض ملت محمد فیض احمد فیضی رضوی صاحب
شیخ القرآن علامہ

باہتمام

صاحبزادہ عطاء الرسول لیسوی

ناشر مکتبہ اولیئہ رضویہ میرانی روڈ۔ بہاول پور پاکستان

معجزہ رد شمس

مسلمانوں کے دلوں پر اتنا دلخیز ہو چکا ہے کہ اتنا سورج کا تصور بھی ان کے ذہنوں پر نہ ہو گا لیکن نامعلوم اسلام کے ٹھیکیداروں کو کونسی اسلام کی خدمت ملحوظ خاطر تھی کہ اس معجزہ کا نہ صرف انکار بلکہ اس کے غلط ہونے پر عقلی دلائل کے ساتھ جن احادیث صحیحہ سے یہ معجزہ ثابت ہے انہیں بھی غلط قرار دیا "دورِ سابق میں چند ایک مثلاً ابن تیمیہ وابن الجوزی منکر تھے وہ کیوں اس کی وجہ آئے گی۔ (انشاء اللہ) ہمارے دور میں عوام میں مشہور دین کے ٹھیکیدار مودودی، شبلی و جناسی و سلیمان ندوی نے انکار کیا اور ان کی ترجمانی "اسلام کی خدمت کے دم بھرنے والے ایک رسالے نے کی۔ وہ بے سیارہ ڈائجسٹ۔

اس "ستارہ ڈائجسٹ" والوں نے ایک شمارہ "رسول نمبر" نکالا۔ اس میں کسی عبد الکریم عابد نے دیگر مشہور و معروف معجزات کو بے ثبوت کہنے کے ساتھ ساتھ عظیم الشان معجزہ "رد شمس" کو بھی غلط قرار دیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہ روایت ثابت

۱۔ یہ خود نہیں مودودی بول رہا ہے تفصیل آتی ہے، اویسی غفرلہ
کے ابھی اپنے ساتھ ابجن سپاہ صحابہ بھی شامل ہو گئی دیوبندیوں کو مبارک اس کی
تفصیل پر دفتر علامہ آسی صاحب کے رسالہ رد الشمس میں ہے۔ اویسی غفرلہ

نہیں ہے (فقیر آگے چل کر احادیث کے اصول پر صحیح حدیث ثابت کرے گا لیکن اس سے یہ تو مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ معجزات کا انکار نہ صرف کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کو تھا بلکہ اسلام کا نام لے کر مسلمانوں میں بھی ہر دور میں منکر موجود ہیں اور تاقیامت انکار کرتے چلے جائیں گے اور دورِ سابق میں کسی اصول پر بعض محدثین کو انکار ہو گا لیکن ابن تیمیہ نے خوارج و معتزلہ کے نظریات کو زندہ کرنے کے لیے مختلف اطوار سے اسلام کو مسخ کرنے کی کوشش کی اس کے بعد یہودیوں اور دیگر دشمنان اسلام نے مسلمانوں کو مختلف دعووں میں الجھا دیا اور تاقیامت اس طرح کی سازشیں کرتے رہیں گے۔ ہمارے دور میں ان کا رنگ و روپ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق و محبت کو مسلمانوں کے دلوں سے نکلانے کے لیے آپ کے کمالات کے انکار میں ہے چنانچہ ہمارے دور میں کمالات منکرین کو دیکھ لیجئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر کمال کی ہر بات کو اپنی تحریر و تقریر کا نشانہ بناتے ہیں منجملہ ان کے معجزہ رد الشمس بھی ہے کہ جس پر صدیوں سے مسلمانوں کے دلوں میں یہ عقیدہ راسخ ہو کر چلا آرہا ہے لیکن ان یہودیوں مسلمان نما اسلام کے دشمنوں نے برملا اس کا انکار کر دیا۔ نہ صرف حضور علیہ السلام کے معجزہ رد الشمس بلکہ جن آیات و روایات میں جن حضرات (انبیاء علیہ السلام) کے لیے رد الشمس وقوع پذیر ہوا ان کا بھی انکار کر دیا۔ مثلاً

- ۱۔ سلیمان علیہ السلام کا رد الشمس جس کا ذکر آیہ "وَرَدُّهَا عَلٰی ثَنٰی" یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا مانگی تو ان کے لیے سورج لوٹا گیا۔
- ۲۔ یوشع علیہ السلام کا رد الشمس، مفسرین نے فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِیْنَ کے تحت لکھا کہ حضرت یوشع بن نون کے لیے سورج روکا گیا۔
- ۳۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے رد الشمس ہوا جس کے متعلق بے شمار دلائل

تفسیر حدیث پاک کتب حدیث و کتب فقہ و اصول و تفسیر و تاریخ میں موجود ہیں جو آئندہ صفحات میں ہدیہ ناظرین ہوں گے۔ انشاء اللہ

۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے رُوشمس اور جس شمس وقوع پذیر ہوا۔ مگر علی رضی اللہ عنہ کے لیے رُوشمس نہیں ہوا تو اس کے لیے بھی حوالہ جات کتب احادیث و سیر میں موجود ہیں۔ انشاء اللہ فقیران اعدائے اسلام اور منکرین کمالات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رد میں بھرپور دلائل قائم کرے گا (انشاء اللہ)

۵۔ منکرین معجزہ ردا شمس کی فہرست

انکار کس قسم کے لوگ کرتے ہیں اور کس وجہ سے انکار کرتے ہیں۔

- ۱۔ ابن تیمیہ (جو کہ معتزل تھا) سبک پہلے انکار کیا۔
- ۲۔ کفار نے کمالات نبوی و معجزات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کیا۔
- ۳۔ مودودی و عباسی اور شبلی اور سرسید علی گڑھی اور ان کے ہمنوا تمام نیچری اور منکرین حدیث (پکڑاوی۔ پرویزی) اور انجمن سپاہ صحابہ کے بعض افراد وغیرہ۔

اسلام کا شیدائی لیکن بالی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کا منکر سوچ لے کر منکرین دعوت فکر و انتباہ

کون ہیں کیوں ہیں اور پھر مرنے کے بعد ہر اس گروہ میں شمولیت کرنی ہوگی جس سے قبل لگاؤ اور عقیدہ کی وابستگی ہے۔

اگر انکار معجزہ ردا شمس صرف اور صرف انہی مذکورہ بالا کی تحقیق پر مبنی ہے تو کل قیامت میں انہی کے ساتھ جگہ ملے گی اگر اقرار ہے تو ان مقدس ہستیوں کا ساتھ نصیب ہوگا جن کے اسلام گرامی و تحقیق سامی مندرجہ ذیل ہے

۵ قائلین معجزہ ردا شمس

اس حدیث پاک کو بڑے بڑے جلیل القدر علماء اور ثقہ محدثین نے صحیح ثابت کیا ہے۔

- (۱) سیدنا امام طحاوی نے مشکل الحدیث میں۔
- ۲۔ حضرت قاضی عیاض (شفا شریعتین) ۳۔ محدث طبرانی نے معجم کبیر میں۔
- ۴۔ ابن منذر ۵۔ ابن مردویہ ۶۔ ابن شاہین (زر قانی شرح مواہب)
- ۷۔ امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ ۸۔ امام عبدالباقی زرقانی (شرح مواہب)
- ۹۔ امام احمد بن صالح (زر قانی نسیم الریاض) ۱۰۔ علامہ شہاب الدین خفاجی (نسیم الریاض)
- ۱۱۔ ملا علی قاری نے شرح شفا ۱۲۔ علامہ ابن عابدین شامی (رد المحتار)
- ۱۳۔ عارف باللہ شیخ فرید الدین عطار (منطق الطیر) ۱۴۔ علامہ علی (سیرت حلبیہ)
- ۱۵۔ امام سخاوی (مقاصد حسنا) ۱۶۔ علامہ بہانی (انوار محمدیہ) ۱۷۔ علامہ تقی الدین (نزہۃ الناظرین) ۱۸۔ شیخ عماد الدین یحییٰ بن ابوبکر عامری (ہجرتہ المحافل) ۱۹۔ علامہ جمال الدین محمد اشقریمینی (شرح ہجرتہ المحافل) ۲۰۔ خاتمہ الحفاظ علامہ سیوطی (کشف الظہیر)
- ۲۱۔ قاضی القضاۃ امام عراقی (تقریب بحوالہ نسیم الریاض) ۲۲۔ علامہ عبد الرحمن صفوری (نزہۃ المجالس) ۲۳۔ شیخ الحدیث شاہ عبدالحق محدث دہلوی (مدارج النبوة) ۲۴۔ مفسر قرآن علامہ محمود آلوسی (تفسیر روح المعانی) ۲۵۔ حضرت ملا جیون (نور الانوار میں)
- ۲۶۔ علامہ حسینی (تفسیر حسینی) (قادری) ۲۷۔ حضرت ابوالحسن الفضل صاحب تصنیف (نسیم الریاض) ۲۸۔ علامہ قصوری نے (تحفہ رسولیہ میں) ۲۹۔ امام ابن حجر (شرح الاثرین)
- ۳۰۔ امام المفسرین اسماعیل حقی (روح البیان) ۳۱۔ علامہ نامی (شرح حسامی) ۳۲۔

شاہ ولی اللہ (ازالۃ الخفاء) ۳۳۔ علامہ عبدالحلیم والد مولانا عبدالحی لکھنوی (قرۃ القاری)
 ۳۴۔ عارف صاوی (تفسیر صاوی) ۳۵۔ مفسر خازن (تفسیر خازن) ۳۶۔ امام اہلسنت
 شاہ احمد رضا بریلوی (مختلف تصانیف) (مدائن) ۳۷۔ مولوی انور کشمیری دیوبندی —
 (فیض الباری حواشی البخاری) ۳۸۔ صاحب طراک (تفسیر طراک) ۳۹۔ ابن سیدان (بشری الیسیب) ۴۰۔ حافظ علاؤ الدین خلیفائی (الزہراء) ۴۱۔ ابو الفتح ازدی (ازالۃ الخفاء)
 ۴۲۔ ابو زر عرابی عراقی (الدر المنشر فی المنشر فی الاحادیث المشہورہ) ۴۳۔ علامہ ابن حجر
 (شرح اسیر الکبیر)

ان کے علاوہ بے شمار وہ ائمہ و علماء و مشائخ جن کے مقابلہ میں ابن تیمیہ
 جیسے طفل مکتب سے بھی کمتر ہیں پھر ان کے مقلدین سرستید علی گڑھی اور
 بودودی اور پرویزی وغیرہ تو کسی قطار میں نہیں۔

ناظرین :- خود فرامیں کل قیامت میں ردائشس کے قائلین و منکرین
 خدا تعالیٰ کے رد و بدویش ہوں تو تم کو منکرین کے ساتھ تھکی کر کے دوزخ میں بھیج
 دیا گی تو پھر کیا کر گے جب کہ قائلین کی فہرست ملاحظہ فرمائیں کہ ان کے دوزخ
 میں جانے کا امکان بھی نظر نہیں آتا۔ علاوہ ازیں قائلین کے پاس ردائشس کی قوی
 اور مضبوط منسلات موجود ہیں اور منکرین کے پاس ایک ایسی سند بھی نہیں جس سے
 وہ دعویٰ کر سکیں کہ فلاں حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے سورج نہیں ٹولا
 اور جس کے پاس کوئی سند نہ ہو وہ انکار کرے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

احادیث مع السند امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ دور نبوت کو قریب تر
 ہیں وہ اپنی سند الحدیث حضور سرور عالم
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مع اسما و راویاں بیان فرماتے ہیں آپ نے ردائشس
 کا عنوان کر کے روایت کی ہے چنانچہ آپ کی کتاب مشکل الآثار میں ہے کہ۔

بیان مشکل ما روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 علیہ وآلہ وسلم فی مسئلۃ اللہ عز وجل رد الشمس علیہ بعد
 غیبوتہا ورد اللہ عز وجل ایاہا علیہ وما روی عنہ مما
 توہم مضاد ذلک

(۱) (حدثنا) البراء بن عبيد الله بن موسى العنسي
 حدثنا الفضيل بن مزروق عن ابراهيم بن الحسن
 عن فاطمة ابنة الحسين عن اسماء ابنة عميس قالت
 كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يروح اليه و
 رأسه في حجر علي فلم يصل العصر حتى غربت الشمس
 فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم صليت يا
 علي قال لا فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
 انه كان في طاعتك وطاعة رسولك فارد عليه الشمس
 قالت اسماء فرائتها غربت ثم رايتهما طلعت بعد
 ما غربت

(۲) (حدثنا) علي بن عبد الرحمن بن محمد بن المغيرة
 حدثنا احمد بن صالح حدثنا ابن ابي قديك حدثني
 محمد بن موسى عن عون بن محمد عن امه ام
 جعفر عن اسماء ابنة عميس ان النبي صلى الله عليه
 وآله وسلم صلى الظهر بالصهبا ثم ارسل عليا
 عليه السلام في حاجته فرجع وقد صلى النبي صلى

اللہ علیہ والہ وسلم العصر فوضع النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم راسہ فی حجر علی فلم یحرکہ حتی غابت الشمس فقال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللهم ان عبدک علیا احتبس بنفسه علی نبيک فرد علیہ شترها قالت اسماء فطلعت الشمس حتی وقعت علی الجبال وعلی الارض ثم قام علی فتموضا صلی العصر ثم غابت وذلک فی الصہباء وقال ابو جعفر فاجتجنا ان نعلم من محمد بن موسی المذکور فی اسناد هذا الحدیث فاذا هو محمد بن موسی المذکور فی المعروف بالفطری وهو محمود فی روایتہ واجتجنا ان نعلم من عون بن محمد المذکور فیہ فاذا هو عون بن محمد بن علی بن ابی طالب واجتجنا ان نعلم من امه النبی روی عنہا فی هذا الحدیث فاذا هو ام جعفر ابنة محمد بن ابی طالب

مشکل بالانارلام الطحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ ج ۲ ص ۸ - ۹

امام طحاوی رحمۃ اللہ کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ بیان اس روایت کے حل اشکال

میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں مروی ہے۔ اللہ عزوجل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کے غائب ہونے کے بعد اس کے واپس لوٹانے کا سوال کیا اور اللہ عزوجل نے سورج کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لوٹا دیا اور وہ روایت جو اس روایت کی مضاد وہم کی جاتی ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں روایتوں کی صحت کو تسلیم کر کے دونوں میں تطبیق دیتے ہیں۔

(۱) ترجمہ: بیان کیا ہمیں ابو امیہ نے بیان کیا ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ جسی نے بیان کیا ہمیں فضیل بن مرزوق نے ابراہیم ابن حسن سے فاطمہ بنت حسین سے اور وہ اسماء بنت عمیس سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں (اسماء) نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی کی جا رہی تھی۔ درآنحالیکہ آپ کا سر اقدس حضرت علی کی گود میں تھا پس حضرت علی نماز عمر نہ پڑھ سکے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی تو نے نماز پڑھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں دعا کی اے اللہ بیشک علی تیری طاعت میں تیرے رسول کی طاعت میں تھا لہذا سورج کو اس کے لیے واپس لوٹا دے۔ اسماء فرماتی ہیں میں نے سورج کو دیکھا کہ غروب ہو گیا۔ پھر میں نے اس کو دیکھا غروب ہونے کے بعد نکل آیا۔

(۲) ترجمہ: بیان کیا ہمیں علی بن عبد الرحمن بن محمد بن مغیرہ نے بیان کیا ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ نے عون بن محمد سے انہوں نے اپنی والدہ ام جعفر سے انہوں نے اسماء بنت عمیس سے تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز مقام صہبار میں ادا فرمائی۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کسی کام کے لیے بھیجا وہ لوٹے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر علی کی گود میں رکھا اور اس کو حرکت نہ دی یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ بے شک تیرے بندے علی نے اپنے نفس کو تیرے نبی کے لیے روکے رکھا پس تو اس کے لیے سورج

کو واپس لا۔ اسامہ فرماتی ہیں پس دھوپ نکل آئی یہاں تک کہ پہاڑوں اور زمین پر پڑنے لگی۔ پھر علیؑ کھڑے ہوئے وضو کیا نماز پڑھی۔ پھر سورج ڈوب گیا اور یہ واقعہ صہباء کا ہے۔

راویوں کا تعارف امام ابو جعفر طحاوی نے فرمایا پس ہم اس امر کے محتاج ہوئے کہ محمد بن موسیٰ جو اس حدیث کے اسناد میں مذکور ہیں کون ہیں تو وہ محمد بن موسیٰ مدنی ہیں جو کہ فطری کے لقب سے معروف ہیں اور وہ اپنی روایت میں محمود ہیں اور عون بن محمد مذکور فی الروایت کو جاننے کے محتاج ہوئے سو وہ عون بن محمد علی بن ابی طالب ہیں اور اس کی والدہ جس سے انہوں نے یہ حدیث روایت کی سو وہ امام جعفر بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب ہیں۔ مزید تحقیق کئے گی (انشاء اللہ)

رد الشمس برا یوشع بنی علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے بعد امام حضرت یوشع علیہ السلام کے رد الشمس والی روایت درج فرمائی۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم تحتبس الشمس علی احد الا لیوشع، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ یوشع بن نون علیہا السلام کے سوا سورج کسی کے لیے نہیں روکا گیا۔ اور دوسری روایت میں (لم تزد الشمس) وارو ہے تو پہلی روایت سے تو کوئی تعارض ہی نہیں کیونکہ جس شمس کا معنی یہ ہے کہ اس کو غائب ہونے سے روک لیا گیا اور دن بڑھ گیا اور (رد الشمس) کا مفہوم یہ ہے کہ سورج ڈوبنے کے بعد واپس لوٹ آیا۔ تو اس

سے خیبر شریف سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے۔

صورت میں حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ حضور علیہ السلام سے قبل جو انبیاء گذرے ہیں۔ ان میں سے سوا حضرت یوشع علیہ السلام کے سورج کسی کے لیے واپس نہیں لوٹا یا گیا اور حکم یعنی حضور علیہ السلام اس میں داخل نہیں۔ یا جب حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اس وقت تک معجزہ رد الشمس کا ظہور نہیں ہوا تھا یہ واقعہ اس ارشاد گرامی کے بعد کا ہے۔

تعارف امام طحاوی جس محدث نے رد الشمس کی حدیث سنداً روایت کی ہے ان کا تعارف حاضر ہے۔ حضرت امام ابو جعفر الطحاوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان اظہر من الشمس وایمن من الامس (سورج سے زیادہ روشن اور کل آنے والے دن سے زیادہ ظاہر ہے) اکابر محدثین نے آپ کا تعارف یوں فرمایا ہے۔

هو الامام حافظ الاسلام خاتم المجتہدین النقاد الاعظم شیخ الحدیث وطیب علیہ فی القدییم والحديث الذی سلمہ الفقہاء والمحدثون اجمعون (وہ امام حافظ الاسلام بڑے اونچے طبقے کے ناقدین علماء کے خاتم اور شیخ الحدیث اور قدیم و جدید دور کے احادیث کے علل کے طیب جنہیں فقہاء و محدثین نے المحدث المحقق جلال الدین السیوطی نے حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاهرہ میں اور امام حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اور علامہ محمود بن سلیمان اللغوی نے طبقات میں اور محدث فقیہ علی قاری نے اپنے طبقات اور دیگر تالیفات جلیلہ میں اور علامہ شیخ عبد القادر نے طبقات میں اور سمعانی نے انساب میں اور ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں اور اتقانی نے غیۃ البیان میں اور امام یافعی نے مرآۃ الجنان میں جن القاب واداب سے اس جامع مین اتحدیث واقفا بہتہ واقفا بہتہ واقفا بہتہ امام کا ذکر فرمایا ہے اس سے ان

کی عظمت اور جلالت علمی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

تعارف از محدثین

(۱) امام ذہبی نے فرمایا کہ،

الامام العلامة المحافظ صاحب التصانيف البديعة ابو جعفر
احمد بن محمد بن سلام بن سلمه الدردی الحجری المصری
الطحاوی الحنفی یعنی امام علامہ حافظ صاحب تصانیف عجیبہ ابو جعفر حنفی طحاوی
قال ابن یونس ولد سنة سبع وثلاثين ومائتين وكان
ثقة مثبتا فقيها عاقل لم يخلف مثله ابن یونس نے کہا کہ امام
طحاوی ۲۳۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ثقہ۔ ثبت۔ فقیہ۔ عاقل تھے اپنا مثل پیچھے نہیں
چھوڑ گئے۔

(۲) ابوالحاق الشیرازی نے طبقات میں فرمایا۔

انتهت الى ابو جعفر رياست اصحاب ابي حنيفة بمصر
مصر میں اصحاب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ریاست ابو جعفر طحاوی پر منتقل
ہوئی۔ یعنی اپنے زمانے میں محدث جلیل القدر ہونے کے ساتھ اخلاف کے رئیس
تھے۔ ۳۲۱ھ میں وصال ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۱)

(۳) المحدث المکی علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں

هو الامام المحافظ العلامة صاحب التصانيف المصنف المصنف

عنه الطبرانی وغيره من الائمة وهو مصري من اكابر علماء
المصر لم يخلف مثله بين الائمة الحنفية اكابر علماء مصر
لم يخلف مثله بين الائمة الحنفية (شرح شفا ص ۵۸۹ ج ۱)
وہ امام حافظ علامہ تصانیف والے ان سے امام طبرانی و دیگر ائمہ نے احادیث
روایت کی ہیں اور آپ مصر میں اکابر علماء سے ہیں ائمہ اخلاف میں مصر میں ان
جیسا کوئی نہ ہوا۔

(۴) امام علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی فرماتے ہیں

كان ثقة مثبتا فقيها حنفيا لا مالكا كما زعم بعض
ام طحاوی ثقہ اور مثبت اور حنفی۔ فقیہ تھے مالکی نہیں جیسے بعض کا گمان ہے۔
اور ان کی کتاب مشکل الآثار کے متعلق فرماتے ہیں۔
كتاب جليل اشتهر بالاثار ابي حنيفة حليل الآثار من مشهور
(زرقانی علی المواہب ج ۵ ص ۱۱۴)

لا ينبغي لمن سبيله العلم التخلف عن حفظ حديث اسماء
لانہ من علامات النبوة۔ معرفت علم حدیث کے راستہ کے سالک کو
حدیث اسماء بنت عیسٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حفظ سے رہنا چاہیے کیونکہ یہ
واقعہ علامات نبوت سے ہے۔ معجزہ عظیمہ ہے۔ (اشفاء ج ۱ ص ۲۸۴)

تعارف امام احمد

(۱) علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ امام طحاوی کا یہ فرمانا مویہ صحت ہے

فان احمد هذا من كبار ائمة الحديث الثقات

یہ احمد بن حنبل سے معتبر تلمذ حدیث سے ہیں۔ ان کی ثقاہت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے روایت کی ہے۔ امام نسائی نے احمد بن صالح کی جو تصنیف کی۔ وہ قابل التفات نہیں۔ علم حدیث کا ادنی طالب علم بھی جانتا ہے کہ القیہ میں ہے۔

وربما كان بغیر قاصد

كالنسائي في احمد بن صالح

بسا اوقات بغیر قاصد کے جرح کی جاتی ہے۔ جیسا کہ نسائی نے احمد بن صالح میں کی ہے۔ (زرقانی ص ۱۱۴ ج ۵)

(۲) تقریب التہذیب میں ہے احمد بن صالح المصری ثقة حافظ من العاشرة ف ۲۴۸ ص ۵۔ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۹ تا ۴۲ احمد بن صالح المصری ابو جعفر الحافظ المعروف بابن الطبری۔

ابو نعیم نے کہا اہل حجاز کی حدیث کا اس سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔

(۳) قال البخاری ثقة صادق۔

(۴) قال البیہقی ثقة صاحب سنة۔

(۵) قال ابو حاتم ثقة۔

(۶) قال الخطیب احتجبا احمد جميع الاثمة الا النسائي۔

امام بخاری نے فرمایا کہ وہ ثقة و صادق ہیں البیہقی نے فرمایا کہ وہ ثقہ اور صاحب سنت ہیں ابو حاتم نے فرمایا وہ ثقہ ہیں خطیب نے فرمایا امام احمد سے تمام آئمہ نے حجت لی ہے سوائے نسائی کے۔

ازالہ وہم | نسائی کے احمد بن صالح میں تکلم کی وجہ یہ کہی کہ نسائی کو احمد بن

صالح نے اپنی مجلس سے نکال دیا اور احمد بن صالح مصری کو

احمد بن صالح الشموی سے غلط کر دیا۔ ولہذا یضرب ابن صالح شیاً ہوا امام ثقة تہذیب ص ۱۲ ج ۱)

(۷) شیخ الاسلام امام تاج الدین سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

احمد بن صالح ثقة امام ولا التفات الی کلام من تکلم فیہ۔ طبقات الشافعیۃ (الکبری ص ۸۱)۔

احمد بن صالح معتبر امام ہیں اس کی بات نہ سنیہ جوان کے خلاف بولے۔ کتاب الجرح والتعذیل ص ۳ میں ہے احمد بن صالح المصری ابو جعفر حدثنا عبد الرحمن قال سئل ابی عن احمد بن صالح فقال ثقة۔ مجھے عبد الرحمن نے فرمایا کہ میرے والد احمد بن صالح کے بارے میں پوچھے گئے تو فرمایا وہ ثقہ ہیں۔

یہ ہیں امام ابو جعفر احمد بن صالح جن کا اسم گرامی امام **الانصاف** | طحاوی نے حدیث رد شمس کی تصحیح و توثیق کے لیے پیش فرمایا جن کی امام بخاری کے علاوہ دیگر جلیل القدر محدثین و ناقدین نے معتبر و مستند مانا۔ امام نسائی نے غلط فہمی کی وجہ سے انکار کیا تو اس کا بھی ازالہ ہو گیا۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ کا نام ہی وہ علمائے امت پر علم کو ناز ہے | سند کے لیے کافی ہے لیکن پھر دہمی کے وہم ملنے کے لیے محدثین و فقہاء کی سینے۔

(۱) قاضی امام حافظ ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض البیہقی (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی مشہور زمانہ کتاب شفا فی حقوق المصطفیٰ میں معجزہ رد شمس کا

ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

(قال) الطحاوی (وهذان الحديثان ثابتان) ای عندہ وکفی
بہ حجتہ در روایاتہما ثقات (ای فلا عبرة بمن طعن في رجالهما
امام طحاوی نے فرمایا اور یہ دونوں روایتیں ثابت ہیں یعنی طحاوی کے نزدیک اور
طحاوی کا حجت ہونا کافی ہے اور ان دونوں حدیثوں کے راوی ثقات ہیں۔ لہذا
جن لوگوں نے ان دونوں روایتوں کے رجال میں طعن کیا ہے وہ قابل اعتبار
نہیں ہے۔ شفا مع شرح للقاری ج ۱ ص ۵۹۰

(۲) فاضل محقق محدث فقیہ علی القاری

شرح شفا میں فرماتے ہیں کہ حدیث رد شمس کے بارے میں محدثین نے
اختلاف کیا ہے۔ پھر اپنا فیصلہ یوں فرماتے۔ فہو فی الجملة ثابت باصلہ
وقد يتقوى بتعاوض الاسانيد الى ان يصل الى مرتبة حسنة فيصح
الاحتجاج به یہ حدیث فی الجملہ ثابت الاصل ہے اور تعدد اسانید کی وجہ
سے ایک دوسری سند کو تقویت حاصل ہوتی ہے یہاں تک کہ یہ روایت
اس اعتبار سے بھی مرتبہ حسن کو پہنچی ہے۔ پس اس حدیث کے احتجاج جائز ہے۔
شرح شفا ص ۵۸۹

(۳) علامہ شہاب الدین الحفاجی شرح شفا میں فرماتے ہیں۔

وقد قال خاتمة الحفاظ السيوطي وكذا السخاوي ان ابن

سہ یہ بزرگ امام بخاری سند الحدیث کے استاذ بھی ہیں

الجوزی فی موضوعاتہ تحمل تحاملا کثیرا حتی ادرج فیہ کثیرا
من الاحادیث الصحیحة کما اشار الیہ ابن الصلاح وھذا
الحديث صححه المصنف رحمه الله تعالى وأشار الى ان تعدد طرقه
شاهد صدق على صحته وقد صححه قبله كثير من الأئمة
كالطحاوي واخرج ابن شاهين وابن مندة وابن مردويه والطبراني
في معجمه وقال انه حسن وحكاة العراقي في التقریب۔

واقول ان السيرطي صنف في هذا الحديث رسالة مستقلة
سمها كشف اللبس عن حديث رد الشمس وقال انه سبق
بمثله لابن الحسن الفضلي (اور طرقہ باسانید کثیرہ و صححہ
بمالا مزید علیہ و نافع ابن جوزی فی بعض من طعن فیہ
من رجالہ۔

(وعلق الطحاوی عن احمد بن صالح) هو ابو جعفر الطبري
الحافظ الثقة روى عنه اصحاب السنن وتوفي سنة ثمان
واربعين ومائتين وله ترجمة في الميزان وكان يقول لا ينبغي
لمن سبيله العلم اي لمن طريقة وذابہ الاشتغال بالعلم
ومعرفة الحديث فجعل نفس العلم طريقا لانه يصل به صاحبه
الى سعادة الدارين والتخلف عن حفظ حديث اسماء بنت عميس الذي
روته في رد الشمس (لانه من علامات النبوة) اي من الآيات
الدالة على نبوتها لانه معجزة عظيمة وهذا مؤيد لصحته
فان احمد هذا من كبار أئمة الحديث الثقات ويكفي في توثيقه
ان البخاري روى عنه في صحيحه فلا يلتفت الى من ضعفه

وطعن فی روایتہ وبہذا ایضا سقط ما قالہ ابن تیمیۃ وابن
الجوزی من ان ہذا الحدیث موضوع فاند مجازفۃ منہما
نسیم الریاض ج ۲ ص ۱۲۱۱

امام سیوطی رحمۃ اللہ | غاتمۃ الحفاظ امام سیوطی اور اسی طرح امام سخاوی
نے فرمایا ہے کہ ابن جوزی اپنی کتاب موضوعات
میں ایک ہی طرف بہت زیادہ جھک گیا ہے۔ یہاں تک کہ اس میں بہت سی
احادیث صحیحہ کو ضعات میں درج کر دیا ہے۔ جیسا کہ ابن صلاح نے اس کی طرف
اشارہ کیا ہے اور اس حدیث کو مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے صحیح قرار دیا ہے اور اس
امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کے بعد طرق اس کی صحت پر شاہد ہیں اور اس سے
قبل بھی کثیر ائمہ نے اس کی تصحیح فرمائی ہے کاظمی اور اس کو ابن شاہین اور
ابن مندہ اور ابن مرد دینے اور طبرانی نے اپنے معجم سے روایت کیا ہے اور طبرانی
نے کہا ہے کہ جس سے وحکاۃ الصواعق فی التقریب۔

اور میں کہتا ہوں کہ امام سیوطی نے اس حدیث کے بارہ میں ایک مستقل
رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور اس کا نام کشف اللبس عن حدیث رد الشمس رکھا ہے
اور سیوطی نے کہا ہے کہ اس سے قبل ابوالحسن الفضلی نے بھی اس حدیث کے اسانید
کثیرہ کو طرق متعددہ سے بیان فرمایا ہے اور حدیث کی صحت کو ایسے طریقے سے
بیان کیا ہے کہ اس پر ایزاد نہیں ہو سکتا اور ابن جوزی نے جن بعض رجال میں طعن
کیا ہے۔ ان کا جواب دیا ہے۔

اور طحاوی نے احمد بن صالح سے حکایت کی۔ وہ ابو جعفر الطبری۔ ثقہ ہیں اس
سے اصحاب سنن نے روایت کی ان کی وفات ۲۴۸ھ میں ہے۔ اور میزان الاعتدال
میں بھی اس کا ترجمہ ہے۔ احمد بن صالح فرماتے تھے کہ جس شخص کو طریقۃ اشتغال

بالعلم اور معرفت حدیث ہو اس کو حدیث اسما بنت عیس کے حفظ سے تخلص
نہیں لایق ہے نفس علم کو سبیل فرمایا کیونکہ اس علم کے ذریعے آدمی سعادت دارین
حاصل کرتا ہے۔

حضرت امام شہاب الدین خفاجی حنفی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

(لا اند من علومات النبوة الخ یہ حدیث ان علامات سے ہے
جو ثبوت نبوت پر دلالت ہیں۔ اس لیے کہ یہ معجزہ عظیم ہے۔ اور یہ جبارت صحت
حدیث کی توثیق ہے۔ کیونکہ یہ احمد بڑے معتبر ائمہ حدیث سے ہیں ان کی توثیق کے
لیے اتنا ہی کافی ہے۔ کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے روایت کی ہے پس
اس شخص کی طرف التفات نہ کیا جائے گا جس نے احمد کو ضعیف کہا ہے۔ اور ان
کی روایت پر طعن کیا ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ بھی ساقط ہو گیا جو ابن تیمیہ اور ابن
جوزی نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ ان کا اس حدیث کو موضوع کہنا زیادتی
ہے (نسیم الریاض ص ۱۲۱۱ ج ۲)

امام شہاب خفاجی حنفی رحمہ اللہ امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ اور
امام ابوالحسن فضلی رحمہ اللہ کی دو تصنیفوں کا انکشاف فرماتے ہیں کہ

ان السیوطی صنف فی ہذا الحدیث رسالۃ مستقلة سماها
كشف اللبس عن حدیث رد الشمس وقال اند سبق لمشله لابی الحسن
الفضلی اور طرقہ باسانید کثیرہ وصححه بما لا مزید علیہ
ونارۃ ابن الجوزی فی بعض من طعن فیہ من رجالہ (نسیم الریاض ص ۱۲۱۱)
علامہ سیوطی نے اس حدیث پاک کے متعلق ایک مستقل رسالہ تحریر کیا ہے جس کا نام

یہی علامہ خفاجی نے فرمایا۔

واذا صح الحديث علم منه ان الصلاة ليست بعطاء بل
يتعين بهذا الدعاء الاداء والا لم يكن له فائدة (نیم الریاض ص ۳۳)
سبحان الله! محدثین کو اس حدیث پاک کی صحت پر کتنا وثوق ہے کہ اس کی
صحت پر مسائل مستنبط ہو رہے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم و جعل الجنة ما فهم۔

۱۸۔ حضرت علامہ علی قاری علیہ الرحمہ کا ایمان افروز ارشاد۔

فهو في الجملة ثابت باصله وقد يتقوى بتعاضد الاسانيد
ان ان يصل الى مرتبة حسنة فيصح الاحتجاج به (شرح شفا علی نیم الریاض ص ۳۳)
یہ حدیث پاک فی الجملہ اپنی اصل کے اعتبار سے ثابت ہے اور پھر تعدد طرق
کثرت اسناد کی وجہ سے قوت پاکر حسن کے درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ لہذا اس حدیث
پاک سے محبت پکڑنا درست ہے، بعض اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں کیونکہ جس
سند سے ان تک پہنچی اس میں ضعف تھا جب کثرت اسناد سے قوت حاصل کر
گئی تو ضعف ختم ہو گیا اسی پر جلیل القدر محدثین نے اس کو صحیح کہا لیکن اس کو موضوع کہنا
جیسا کہ ابن تیمیہ نے کہا یہ سراسر ظلم ہے۔

(۹) علامہ حلبی کا ارشاد عالی۔

هو حديث متصل وقد ذكر في الامتاع انه جاء عن الاسماء

من خمسة طرق (میرت جلد ۱ ص ۳۶۸)

یہ حدیث پاک متصل ہے امتاع میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کشف المجلس عن حدیث ردشمس رکھا ہے اور فرمایا کہ ایسا ہی شیخ ابوالحسن فضل نے
بھی لکھا ہے۔ اس میں ان روایتوں کو کثیر سندوں سے روایت کیا ہے اور اس حدیث
پاک کی ایسی صحت بیان فرمائی کہ اس سے زیادہ تصحیح نہیں ہو سکتی اور حضرت شیخ
نے ابن جوزی سے راویوں پر طعن کنندگان کے متعلق مناظرہ بھی کیا ہے۔ والحمد لله
علی ذلك۔ اور یہ امام سیوطی وہ ہیں جو بیداری کی حالت میں بار بار حجة اللعالمین
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔

۱۹۔ حضرت شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

وهذا الحديث صحيحه المصنف رحمه الله تعالى وأشار الى ان تعدد
طرقه شاهد صدق على صحته وقد صححه قبله كثير من الأئمة
كانطحاوي وآخره ابن شاہین وابن مردويه والطبرانی في معجمه
وقال انه حسن وحكاها العرق في التقریب۔ (نیم الریاض ص ۳۳)
اس ردشمس والی حدیث پاک کی تصحیح مصنف نے کی ہے اور مصنف احقرت
قاضی جیاض، رحمہ اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا کہ اس حدیث پاک کی متعدد سندیں
ہوں اس حدیث پاک کے صحیح ہونے پر پچے گو، ناہی حالانکہ اس سے پہلے بھی بہت
سارے ائمہ حدیث شریف امام طحاوی نے اس حدیث پاک کو صحیح ثابت کیا ہے۔
وہ اس کو ابن شاہین، ابن منہ، ابن مردویہ نے کتب معتبرہ سے ہاسند نقل کیا
ہے اور محدث طبرانی نے معجم کبیر میں نقل فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس کو
شیخ الاسلام قاضی القضاۃ حافظ ولی الدین ابن عراقی نے تقریب میں ذکر فرمایا
ہے۔ قللہ الحمد

کی ردشمن والی حدیث پانچ سندوں سے مروی ہے (اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث پاک اس کے علاوہ ہے) جو لوگ تعصب کی بنا پر بے ثبوت شرعی اس حدیث پاک کو موضوع کہتے ہیں وہ مذکورہ بالا ارشادات عالیہ کو انصاف کی نظر سے دیکھیں۔ خدا تعالیٰ دولت ایمان نصیب کرے۔

۱۹۔ امام سخاوی نے فرمایا:

قد صححه الطحاوی وصاحب الشفا والخروج ابن مندہ وابن شاہین من حدیث اسماء ابنت عمیس وابن مردودہ من حدیث ابی ہریرۃ (مقاصد حسنہ ص ۳۲۶)

اس صحیح حدیث کو امام طحاوی و امام قاضی عیاض صاحب شفاء کی تصحیح کی رو سے ابن مندہ وابن شاہین نے اپنی اسماء بنت عمیس کے اور ابن مردودہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام المفسرین علامہ اسماعیل حقی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث مذکورہ کو فارسی میں پہلے کر نے کے بعد فرمایا "و نزد محمد ثنائی مشہور است" امام طحاوی در شرح آثار خویش فرمود کہ روایت ابن شفاست اند و از احمد ابن صالح نقل کردہ کہ اہل علم را سزاوار نیست کہ تغافل کنند از حفظ این حدیث کہ از علامات نبوت است و لا عبرۃ یقول بعضہم بوضوح (روح البیان ص ۱۸)

یہ حدیث پاک محدثین کے نزدیک مشہور ہے اور امام طحاوی نے شرح آثار میں فرمایا کہ اس حدیث پاک کے راوی ثقہ معبرین اصحاب امام احمد بن صالح سے نقل کیا کہ علم والوں کو لائق نہیں ہے کہ وہ اس حدیث پاک کو یاد کرنے سے غفلت کریں کیونکہ یہ علامت نبوت سے ہے اور جو لوگ اس کو موضوع کہتے ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

۱۱۔ شیخ الحدیث شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ

حضرت شیخ الحدیثین نے اس معجزہ مبارک کے متعلق تعصب سے بالاتر ہو کر بحث کرنے کے بعد فرمایا "مغنی نہ رہے کہ ان کا یہ کہنا کہ کتب صحاح میں (حدیث مذکورہ) کو ذکر نہیں کیا گیا اور حسن و منفرد ہے یہ بات قابل غور و فکر ہے کیونکہ جب امام طحاوی۔ احمد بن صالح۔ طبرانی اور قاضی عیاض رحمہم اللہ تعالیٰ اس کی صحت و اداس کے حسن ہونے کے قائل ہیں اور انہوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے تو اب یہ کہنا کہ کتب صحاح و حسان میں ذکر نہیں کیا گیا درست نہ ہوگا اور لازم نہیں ہے کہ تمام ہی احادیث مبارکہ کتب صحاح و حسان میں ذکر ہوں۔ نیز ان کا کہنا کہ اہل بیت میں سے ایک مجہول و غیر معروف حورست نقل کیا ہے جس کا حال کسی کو معلوم نہیں یہ بات سیدہ اسماء بنت عمیس کے بارے میں کہنا ممنوع ہے اس لیے کہ وہ جمیلہ جلیلہ اور عاقلہ و دانا عورت ہیں اور ان کے احوال معلوم و معروف ہیں الخ (دارج النبوة مترجم ص ۳۲۶)

حضرت شیخ الحدیثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان تمام یہودہ اعتراضات کا قطع قمع کر دیا جو کہ مخالفین عام طور پر سوچے سمجھے فضائل و مناقب کا انکار کرنے کے لیے یہ بہانہ تراکش لیتے ہیں کہ چونکہ یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں لہذا ہم نہیں مانتے۔ نیز مخالفین کے اس پھر قول سے یہ بات بھی سامنے آجاتی ہے کہ ان کا صحاح ستہ پر ایمان بحیثیت صحاح ستہ ہے لیکن ایمان والوں کا ایمان رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث پاک پر اس حیثیت سے ہے کہ وہ رسول خدا کی حدیث ہے لہذا ایماندار کہ جہاں کہیں مآجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پکڑ لیں جیسے وہ ان لیا ہے خواہ وہ صحاح ستہ ہو خواہ وہ کسی دوسری کتاب میں ہو۔ خدا تعالیٰ ایمان کی نعمت سے نوازے۔

تر مسئلہ سمجھ آجائے گا ورنہ قرآن مجید کی صریح نص سے بھی سمجھ نہ آ سکے گی۔

۱۱۲۔ حضرت شیخ الاسلام قاضی القضاۃ حافظ ولی الدین المعروف

یا بن العراقی شرح التقریب میں لکھتے ہیں کہ

رواہ الطبرانی فی مجمعہ الکبیر یا ستاد حسن (رد قانی ص ۳۹۹)

طبرانی نے معجم کبیر میں اس حدیث کو اسناد حسن سے روایت کیا۔

امام طحاوی اور امام قاضی حیاض رحمہما اللہ کی طرح امام طبرانی رحمۃ اللہ نے بھی اپنے سند کے ساتھ اس حدیث کو حضور پرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

تک پہنچایا ہے۔

۱۱۳۔ فقیہ عظیم المثال حضرت علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ

نے اپنی کتاب رد المحتار میں عنوان یوں قائم کیا مطلب لوردت الشمس بعد غروبھا ص ۳۳۶۔ اس کے تحت حضرت اسماء دلی حدیث پاک جس میں حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے ڈوبا ہوا سورج واپس آیا بیان کرنے کے بعد فرمایا والحدیث صحیحہ الطحاوی وعیاض واخرجه جماعة منهم الطبرانی بستان حسن (رد المحتار ج ۱ ص ۳۳۶) یعنی ابن جوزی وغیرہ جنہوں نے اس حدیث پاک کو موضوع کہا انہوں نے غلط کہا ہے۔ اور اصول اہلسنت کے خلاف نہیں کرتے چاہے تو ڈوبا سورج لڑا دے کیونکہ وہ اس پر قادر ہے۔

احناف کے علاوہ شوافع بھی لکھتے ہیں چنانچہ امام شافعی نے لکھا کہ ذکر الشافعیۃ ان الوقت یعود

کامنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی حجر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حتی غربت الشمس فمما استیقظ ذکر لہ انہ فاتتہ العصر فقال اللہم

انہ کان طاعتک وطاعت رسولک فارڈوھا علیہ فارڈت حتی صلی العصر وکان ذلک بخیر الحدیث (رد المحتار علی در المختار ص ۳۹۵)

شوافع نے ذکر کیا ہے کہ وقت لوٹ سکتا ہے کیونکہ حضور علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں آرام فرماتھے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ پس جبکہ نبی پاک بیدار ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ ان کی نماز عصر قضا ہو گئی پس حضور نے دعا فرمائی کہ اے اللہ یہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا تو اس کے اوپر سورج لوٹا دے۔ پس سورج لوٹا دیا گیا یہاں تک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی نماز پڑھ لی اور یہ رد شمس خیر میں وقوع ہوا۔

یہ وہ حلیل القدر مجتہد ہے کہ امام شافعی نے اس پر ایک مسئلہ قائم کیا فقیہ کی بنیاد رکھی اور وہ حدیث کس طرح موضوع قرار دی جاسکتی ہے جس سے امام شافعی جیسے مجتہد نے مسائل فقیہہ کا استنباط کیا ہو اور یہ اجتہاد صرف امام شافعی ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ دو سکرائمہ اور ہمارے امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس واقعہ سے اسکا انعادہ وقت کا استنباط کیا اور قدرت کی حکمت اور شہرہ کی طرف تقسیم کی اور اذنی ما یتمکن العبد کے سبب سے عید کو مکلف کیا اور یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ کتب اصول فقیہہ میں مرقوم ہے۔ (نور الانوار ص ۴۹)

علاوہ اصول فقہ کی کتب میں بھی بڑی بسط کے ساتھ مذکور ہے۔

مجدد دلی شان امام احمد رضا خان قدس سرہ نے فرمایا۔

سورج اُٹے پاؤں پٹے چاند اشارے سے ہو چک

اندھے ٹنکڑے دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی (صلاۃ علیہ السلام)

اشارے سے چاند چیر دیا۔ ڈوبے ہوئے خور (سورج) کو پھیر دیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و تواں تمہارے لیے

تیری مرضی پا گیا سورج پھر اُٹے قدم

تیری انگلی اٹھ گئی ماہ کا کلیجہ چر گیا

تفاسیر (۱) تفسیر روح البیان میں ہے کہ

حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ حدیث کہ جس میں وارد ہے کہ علی المرتضیٰ
رضی اللہ عنہ کی نماز عصر قضا ہو گئی تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سورج
عصر کی جگہ پر واپس لوٹ آیا۔ محدثین کرام کے نزدیک مشہور حدیث ہے اور امام
طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح انکار میں فرمایا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

حضرت احمد بن صالح رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر کے فرمایا کہ اہل علم پر لازم ہے کہ
اس حدیث کے حفظ میں غفلت نہ کریں کیونکہ یہ حدیث نبوت کی علامات سے ہے
لا عبرة بقول بعضهم بوضعہ۔ ان بعض (جہال) کے قول کا کوئی اعتبار
نہیں جو اس حدیث شریف کو موضوع کہتے ہیں (پہ ۲۳ ص ۴۹۶ اردو)

۲۔ تفسیر خازن ص ۳۱۱۔ قال القاضی وقد روی ان نبیا محمد صلی اللہ
علیہ وسلم جئت لہ الشمس مرتین احدا ہما یوم المختدق حسین
شعلوا عن صلاة العصر حتی غربت الشمس فردھا الیہ علی حتی
صلی العصر ذکر ذلک الطحاوی وقال رواہ ثقات والثانیۃ صیحة
لیلة الاسراء حین انتظر العیر لما اخبر بوصولہا مع شروق الشمس
ذکرہ یونس

قاضی نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی روایت کی گئی کہ آپ
کے لیے سورج دوبارہ روکا گیا۔ ایک دفعہ غزوہ خندق کے دن جبکہ آپ اور صحابہ کرام
مشغول تھے اور نماز عصر ادا نہ کر سکے حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے
آپ کے لیے سورج کو لوٹایا اور آپ نے نماز عصر ادا کی۔ اس کو طحاوی نے بیان
کیا ہے۔ اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ دوسری دفعہ شب معراج کی صبح کو جب حضور
علیہ السلام نے قریش کے قافلہ کے پہنچنے کی خبر دی تھی کہ قافلہ دن نکلنے سے پہلے
پہنچ جائے گا تو کفار نے اس کی انتظار کی اللہ تعالیٰ نے سورج کو روک دیا۔ حتیٰ کہ
قافلہ پہنچ گیا۔ اس کو یونس بن کثیر نے زیادات میں ذکر کیا ہے سیرت ابن اسحاق
سے (تفسیر خازن جلد ۳ ص ۱۳۱)

حضور علیہ السلام نے قافلہ کے پہنچنے کی خبر دی کفار آپ کو جھٹلانے
کے لیے قافلے کا انتظار کرنے لگے قافلہ کو پہنچنے میں دیر ہو گئی اللہ تعالیٰ نے
سورج کو روک دیا۔ حتیٰ کہ قافلہ سورج طلوع ہونے سے پہلے مقام مقررہ تک پہنچ
گیا۔

۱۳۔ عارف صاوی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ

فقد جئت لبینا مرتین یوم المختدق حین شغل هو
واصحابہ عن صلاة العصر حتی غربت الشمس فردھا اللہ
علیہ حتی صلی العصر صیحة لیلة الاسراء حین انتظر قدم
العیر و زید فی روایۃ مرة لعلی بن ابی طالب حین کان النبی نائما
علی فخذہ ولم ین صلی العصر فما استیقظ حتی غربت الشمس
فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللهم ان علیا فی طاعتک وطاعة

رسولک فارد و علیہ الشمس فی یصلی العصر (صاوی ص ۲۸۲)
تحقیق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج دوبارہ روکا گیا۔ ایک
خندق کے دن جب کہ آپ اور صحابہ کرام مشغول جنگ تھے۔ اور نماز ادا کر
سکے اور سورج غروب ہو گیا تو پس اللہ تعالیٰ نے سورج کو ٹوٹایا اور آپ نماز
ادا کی اور شب معراج کی صبح کو جب کہ آپ نے دن نکلنے سے پہلے قافلے کے پہنچنے
کی خبر دی تھی اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ علی بن ابی طالب رضی اللہ
عنہ کے لیے جبکہ حضور علیہ السلام حضرت علی کی ران پر سر مبارک رکھ کے آرام فرما
تھے اور حضرت علی نے نماز پڑھی تھی آپ جب اٹھے تو سورج غروب ہو چکا تھا
آپ نے دعا مانگی یا اللہ علی تیری طاعت اور تیرے محبوب کی طاعت میں تمہارا
کے لیے سورج ٹوٹا تاکہ یہ نماز ادا کر سکے۔

۱۴۔ تفسیر ابن کثیر ص ۴۲

۵۔ تفسیر جلالین ص ۹۸

لما تجس علی بشرای قبل یوشع والافھی جنت بعد نبینا
صلی اللہ علیہ وسلم بل ولبعض الاولیاء و قد روی ان نبینا صلی اللہ
علیہ وسلم جنت لہ الشمس مراداً یوم الخندق حین شغلوا عن
صلوة العصر حتی غربت الشمس فردھا اللہ علیہ صلی العصر
روی ذلک الطحاوی۔

کسی بشر کے لیے سورج نہ روکا گیا یعنی یوشع سے پہلے کسی کے لیے نہ روکا
گیا اور یوشع کے بعد ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی روکا گیا اور
بے شک روایت کی گئی، تحقیق حضور علیہ السلام کے لیے سورج کئی دفعہ روکا گیا۔

ایک بار یوم خندق میں جب کہ آپ نماز عصر میں مصروفیت کی وجہ سے ادا نہ کر
سکے اور سورج غروب ہو گیا پس اللہ تعالیٰ نے سورج کو ٹوٹایا اور آپ نے نماز
ادا کی اسے طحاوی نے روایت کیا۔ دوسری دفعہ شب معراج کی صبح کو جب
حضور علیہ السلام نے دن نکلنے ہی قافلے کے پہنچنے کی اطلاع دی تھی ایک روایت
میں سورج غروب ہونے کے وقت آیا ہے۔ تیسری دفعہ مقام حبا میں جب کہ حضور
علیہ السلام حضرت علیؓ کی گود میں سر مبارک رکھ کر آرام فرما تھے حتیٰ کہ سورج غروب
ہو گیا اور حضرت علیؓ نے نماز پڑھی تھی بحوالہ مدارک و خاندان ردّ شمس جس شمس
ابناء الحریکۃ تمام ہی معجزات کی وجہ سے ہوتے ہیں ہر صورت میں ہمارا دعا ثابت ہے۔
محمدین کرام | محمدین کرام کے اسماء مع ان کے اکثر حوالہ جات درج ہو چکے
ہیں کچھ یہاں مطلق ردّ شمس کی روایات ملاحظہ ہوں۔

(۱) مسلم شریف ص ۸۵ :- فقال الشمس انت مامورۃ وانا مامور اللہم

جسٹھا علی شیتا فجت علیہ حتی فتم اللہ علیہ۔

تو حضرت یوشع بن نون نے سورج کو کہا کہ تجھے بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے
اور تجھے بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یا اللہ سورج کو مجھ پر کچھ دیر روک پس آپ کے لیے
روک دیا گیا حتیٰ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے فتح دی۔

(۲) امام نووی شرح مسلم شریف ص ۲۴ مذکورہ الصدر حدیث پاک کی
شرح کہتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت یوشع کے لیے ردّ شمس جس شمس
اور بطلی حرکت میں اختلاف کیا گیا ہے۔

وکل ذلک من معجزات النبوة وقال القاضی قدری ان نبینا
محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنت لہ الشمس مرتین
اور یہ تمام واقعہ نبوت کے معجزات میں سے ہے۔

(۳) قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی دو بار سورج روکا گیا۔ ایک دفعہ یوم خندق میں اور ایک دفعہ قافلہ کے پہنچنے پر اسے طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کے زوی ثقہ ہیں۔

علمائے اصولیین نے جو قواعد وضوابط برائے فقہ مرتب **اصول فقہ** آڑے ہیں ان کا اخذ قرآن اور احادیث مبارکہ میں اسی لیے ان کا قاعدہ ہے کہ ان کا وہ قیاس جو قرآن و حدیث کے خلاف ہو اسے دیوار پر مار دہی اصولیوں نے ردائشس والی روایات سے بھی قواعد اخذ کیے ہیں۔ چند ان کے حوالہ جاست بھی ملاحظہ ہوں

(۱) نامی شرح حسامی ص ۱۹۳۔

وقد وقع ذلك ليوشع عليه السلام حتى ظفر قيل دخول ليلة السبت وقصص المذكورة في صحيح البخاري وقد وقع ذلك لبينا عليه الصلوة والسلام حين فانت صلوة العصر من علي كما حكاها القاضى العياض في الشفاء

اور تحقیق رد شمس حضرت یوشع علیہ السلام کے لیے بھی ہوا حتیٰ کہ آپ نے سینچر کی رات داخل ہونے پہلے فتح حاصل کر لی اور یہ واقعہ صحیح بخاری میں مذکور ہے اور تحقیق رد شمس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی ہوا جبکہ حضرت علیؑ سے نماز عصر قضا ہو گئی جس طرح کہ قاضی عیاض نے شفا میں بیان کیا ہے۔

(۲) نور الانوار ص ۲۹۔

وقد كان لبينا عليه السلام حين فانت صلوة العصر من علي كما ذكر في كتاب السيرة

اور بے شک رد شمس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوا جبکہ حضرت علیؑ کی نماز عصر قضا ہو گئی جس طرح کہ کتاب سیر میں ذکر کیا گیا ہے۔

(۳) قمر الاقمار شرح نور الانوار ص ۲۹۹

مطلب، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رد شمس ہوا جب کہ حضرت علیؑ کی گود میں آپ سر مبارک رکھ کر لیٹ رہے تھے اور آپ پر وحی آ رہی تھی جب کہ آپ اٹھے تو آپ نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ کیا نماز عصر پڑھی؟ حضرت علیؑ نے عرض کیا نہیں پڑھی تو حضور علیہ السلام نے دعا مانگی۔

اللهم ان كان في طاعتك وطاعت رسولي

يا الله علي تيري طاعت اور تیرے رسول کی طاعت میں، اس پر سورج ٹوٹا۔ حضرت اسماعیل بن عیسیٰ فرماتی ہیں کہ ڈوبا ہوا سورج واپس عصر کے مقام پر آ گیا اور اس کی روشنی پہاڑوں اور زمین پر پڑی یہ واقعہ مقام صبا علاقہ خیبر میں ہوا۔

منكرين كالات مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت **بے ڈھنگی چال** اکتنا قبیح ہے کہ مستند و معتبر محدثین و محققین اور فقہاء کی تصریحات کا انکار کر کے براہ راست راویوں پر تنقید اور جرح و قدح کرتے ہیں اور وہ تنقید اور جرح و قدح بھی بے اصولی اور بے ڈھنگی مثلاً کسی

دوسرے راوی جھوٹے اور مضاعف کہہ سنا کی وجہ سے یا اس کے مذہب کی غلط تعبیر کو کہے یا اس کے کسی مخالفت کی مخالفت کا پہلو سامنے رکھ کر ہر طرح سے صحیح حدیث کو موضوع یا ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کریں گے یا ان کو اپنی رائے پر کچھ لکھ دیا ہوگا۔ اسی لیے فقیر احادیث رد الشمس مع سند کے بعد اسلاف کی تصریحات کی نقل کے بعد راویوں پر گفتگو کرتا ہے تاکہ منکر کو انکار کی گنجائش نہ رہے ہاں ضد کرے تو اس کا علاج چارے پاس نہیں۔

مخالفین دھوکہ دینے کے ماہر ہیں ان کا بڑا حربہ یہی **رواقہ الحدیث** ہوتا ہے کہ اس حدیث کے راوی ایسے ویسے ہیں فلہذا یہ حدیث ضعیف یا موضوع ہے فقیر طحاوی شریف کی دونوں سندوں کے راویوں کا تعارف کرتا ہے

سند اول (۱) کی راویہ (۱)

(۱) اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا | اسماء بنت عمیس مشہورہ و معروفہ صحابیہ ہیں۔ اصباہ استیعاب۔ طبقات ابن سعد۔ تہذیب الاسماء وغیرہ میں ان کا ترجمہ موجود ہے۔ تہذیب التہذیب میں علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔
كانت اولاً تحت جعفر بن ابی طالب ثم تزوجها ابو بكر ثم علي بن ابی طالب وولدت لهم۔

روایت عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وروی عنہا ابنہا عید اللہ بن جعفر وابن ابنہا القاسم بن محمد بن ابی بکر وابن اختہا عبد اللہ بن عباس وابن اختہا الاخری

عبد اللہ بن شداد بن الہاد و بنت ابنہا ام عون بنت محمد بن جعفر و سعید بن المسیب و فاطمہ بنت علی و ابو یزید المدنی و آخرون۔ بی بی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا پہلے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں ان کی وفات کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا ان کے وصال کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں ان تمام بزرگوں سے آپ کی اولاد ہوئی بی بی نے حضور علیہ السلام سے روایت کی اور آپ کے آپ کے بیٹے عبد اللہ بن جعفر اور آپ کے پوتے قاسم بن محمد بن ابوبکر نے اور بھائی عبد اللہ بن عباس اور دوسرے بھائی عبد اللہ بن شداد بن الہاد اور آپ کی پوتی ام عون بنت محمد جعفر اور سعید بن المسیب اور فاطمہ بنت علی بن ابی طالب اور ابو یزید المدنی رضی اللہ عنہم و دیگر بہت سے راویوں نے روایت کی ہے۔

بی بی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی شہرت کے لیے **مزید توثیق** اتنا کافی ہے آپ کے شوہر ان نامدار مشافہ صدیق اکبرؓ اور سیدنا علی المرتضیٰؓ اور سیدنا جعفر بن ابی طالبؓ رضی اللہ عنہم اور آپ مشاہیر صحابہ و صحابیات کی ماں اور متعدد تابعین کی داوی۔ ثانی ہیں۔ بڑی عمر پائی ہے شرف صحابیت بھی ان کے لیے فضیلت کافی ہے لیکن مخالفین چور حوالے غور اور خیانت اور دھوکہ میں مشرور ہیں اپنے مطلب کی تکمیل کے لیے ہر طرح کا حربہ استعمال کرتے ہیں۔ صحابی تک ضعیف قرار دینے سے نہیں چوکتے۔ کبھی عمر کے بارے میں دھوکہ دیتے ہیں کبھی کسی طاقات نہ ہونے پر حدیث کو منقطع بنانے کے کسی کی عمر بڑھا دی کسی کی گھٹا دی اسی لیے یہ تمام حربے ناظرین یاد رکھیں۔

یہاں دھوکہ دینے کی یوں کوشش کی گئی ہے کہ آپ کی عمر گھٹا کر اور ان سے راویہ بی بی فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہم کی بہت کم ثابت کی تاکہ یہ روایت

منقطع ہو کر ناقابل قبول ہو اگرچہ منقطع کے راوی ثقہ ہوں تو بھی قابل قبول ہوتی ہے لیکن یہ روایت تو متصل ہے کیونکہ بی بی اسماء کی عمر بہت بڑی ہوئی اپنے آخری شوہر نامہ رسیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بعد فوت ہوئیں یعنی بی بی کا وصال سنہ ۳۶۵ء کے بعد ہوا۔

طویل العمری و دیگر حالات | نہیں آپ کی طویل العمری و دیگر حالات کے بے دیکھے۔

۱۱ ص ۲۳۵ = الاستیعاب فی ذکر الصحابیات ص ۲۳۰

تہذیب الاسماء واللغات ص ۳۱ ج ۱ طبقات ابن سعد ص ۲۸

(۲) فاطمہ بنت الحسین بن علی رضی اللہ عنہم | آپ کے تعارف سے اپنے علامہ ابن الجوزی

رحمۃ اللہ کا بیان ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں۔

کانت وفاته سنة سبع وتسعين
وهو من ثقات التابعين ولها
ولد يسمى الحسن ايقظهم شدة
في نسق واسم امرأته المذكورة
فاطمه بنت الحسين بن انت
عمه ماتت وقد قارب التسعين
ودفع ذكرها في البخاري في الجائز
اور نور الابصار میں فرماتے ہیں۔
توفيت رضي الله عنه
سنة عشرة و مائة

۳۶ میں وفات پائی۔

بخاری شریف باب ما کرم من انما
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

بنائے کی کراہت کے باب میں روایت کی کہ لما مات الحسن بن الحسن بن علی رضی اللہ عنہم حضرت امراۃ القبۃ علی قبرہ سنۃ ۳۶۵ ۳۶۴ ۳۶۳ ۳۶۲ ۳۶۱ ۳۶۰ ۳۵۹ ۳۵۸ ۳۵۷ ۳۵۶ ۳۵۵ ۳۵۴ ۳۵۳ ۳۵۲ ۳۵۱ ۳۵۰ ۳۴۹ ۳۴۸ ۳۴۷ ۳۴۶ ۳۴۵ ۳۴۴ ۳۴۳ ۳۴۲ ۳۴۱ ۳۴۰ ۳۳۹ ۳۳۸ ۳۳۷ ۳۳۶ ۳۳۵ ۳۳۴ ۳۳۳ ۳۳۲ ۳۳۱ ۳۳۰ ۳۲۹ ۳۲۸ ۳۲۷ ۳۲۶ ۳۲۵ ۳۲۴ ۳۲۳ ۳۲۲ ۳۲۱ ۳۲۰ ۳۱۹ ۳۱۸ ۳۱۷ ۳۱۶ ۳۱۵ ۳۱۴ ۳۱۳ ۳۱۲ ۳۱۱ ۳۱۰ ۳۰۹ ۳۰۸ ۳۰۷ ۳۰۶ ۳۰۵ ۳۰۴ ۳۰۳ ۳۰۲ ۳۰۱ ۳۰۰ ۲۹۹ ۲۹۸ ۲۹۷ ۲۹۶ ۲۹۵ ۲۹۴ ۲۹۳ ۲۹۲ ۲۹۱ ۲۹۰ ۲۸۹ ۲۸۸ ۲۸۷ ۲۸۶ ۲۸۵ ۲۸۴ ۲۸۳ ۲۸۲ ۲۸۱ ۲۸۰ ۲۷۹ ۲۷۸ ۲۷۷ ۲۷۶ ۲۷۵ ۲۷۴ ۲۷۳ ۲۷۲ ۲۷۱ ۲۷۰ ۲۶۹ ۲۶۸ ۲۶۷ ۲۶۶ ۲۶۵ ۲۶۴ ۲۶۳ ۲۶۲ ۲۶۱ ۲۶۰ ۲۵۹ ۲۵۸ ۲۵۷ ۲۵۶ ۲۵۵ ۲۵۴ ۲۵۳ ۲۵۲ ۲۵۱ ۲۵۰ ۲۴۹ ۲۴۸ ۲۴۷ ۲۴۶ ۲۴۵ ۲۴۴ ۲۴۳ ۲۴۲ ۲۴۱ ۲۴۰ ۲۳۹ ۲۳۸ ۲۳۷ ۲۳۶ ۲۳۵ ۲۳۴ ۲۳۳ ۲۳۲ ۲۳۱ ۲۳۰ ۲۲۹ ۲۲۸ ۲۲۷ ۲۲۶ ۲۲۵ ۲۲۴ ۲۲۳ ۲۲۲ ۲۲۱ ۲۲۰ ۲۱۹ ۲۱۸ ۲۱۷ ۲۱۶ ۲۱۵ ۲۱۴ ۲۱۳ ۲۱۲ ۲۱۱ ۲۱۰ ۲۰۹ ۲۰۸ ۲۰۷ ۲۰۶ ۲۰۵ ۲۰۴ ۲۰۳ ۲۰۲ ۲۰۱ ۲۰۰ ۱۹۹ ۱۹۸ ۱۹۷ ۱۹۶ ۱۹۵ ۱۹۴ ۱۹۳ ۱۹۲ ۱۹۱ ۱۹۰ ۱۸۹ ۱۸۸ ۱۸۷ ۱۸۶ ۱۸۵ ۱۸۴ ۱۸۳ ۱۸۲ ۱۸۱ ۱۸۰ ۱۷۹ ۱۷۸ ۱۷۷ ۱۷۶ ۱۷۵ ۱۷۴ ۱۷۳ ۱۷۲ ۱۷۱ ۱۷۰ ۱۶۹ ۱۶۸ ۱۶۷ ۱۶۶ ۱۶۵ ۱۶۴ ۱۶۳ ۱۶۲ ۱۶۱ ۱۶۰ ۱۵۹ ۱۵۸ ۱۵۷ ۱۵۶ ۱۵۵ ۱۵۴ ۱۵۳ ۱۵۲ ۱۵۱ ۱۵۰ ۱۴۹ ۱۴۸ ۱۴۷ ۱۴۶ ۱۴۵ ۱۴۴ ۱۴۳ ۱۴۲ ۱۴۱ ۱۴۰ ۱۳۹ ۱۳۸ ۱۳۷ ۱۳۶ ۱۳۵ ۱۳۴ ۱۳۳ ۱۳۲ ۱۳۱ ۱۳۰ ۱۲۹ ۱۲۸ ۱۲۷ ۱۲۶ ۱۲۵ ۱۲۴ ۱۲۳ ۱۲۲ ۱۲۱ ۱۲۰ ۱۱۹ ۱۱۸ ۱۱۷ ۱۱۶ ۱۱۵ ۱۱۴ ۱۱۳ ۱۱۲ ۱۱۱ ۱۱۰ ۱۰۹ ۱۰۸ ۱۰۷ ۱۰۶ ۱۰۵ ۱۰۴ ۱۰۳ ۱۰۲ ۱۰۱ ۱۰۰ ۹۹ ۹۸ ۹۷ ۹۶ ۹۵ ۹۴ ۹۳ ۹۲ ۹۱ ۹۰ ۸۹ ۸۸ ۸۷ ۸۶ ۸۵ ۸۴ ۸۳ ۸۲ ۸۱ ۸۰ ۷۹ ۷۸ ۷۷ ۷۶ ۷۵ ۷۴ ۷۳ ۷۲ ۷۱ ۷۰ ۶۹ ۶۸ ۶۷ ۶۶ ۶۵ ۶۴ ۶۳ ۶۲ ۶۱ ۶۰ ۵۹ ۵۸ ۵۷ ۵۶ ۵۵ ۵۴ ۵۳ ۵۲ ۵۱ ۵۰ ۴۹ ۴۸ ۴۷ ۴۶ ۴۵ ۴۴ ۴۳ ۴۲ ۴۱ ۴۰ ۳۹ ۳۸ ۳۷ ۳۶ ۳۵ ۳۴ ۳۳ ۳۲ ۳۱ ۳۰ ۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱ ۰

امام ذہبی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

تعارف فاطمہ صغریٰ | فاطمہ بنت الحسین بن علی بن ابی طالب

المہاشیہ لمدينة۔

روث عن ابیہا واخیہا زین العابدین . . . وابن عباس

واسماء بنت عمیس۔

روی عنہا اولادہا عبد اللہ و ابراہیم و حسین و ام جعفر

بنو الحسن الحسن بن علی۔

ابن سعد نے کہا ہے کہ اس فاطمہ کی اولاد ام اسحاق بنت طلحہ ہے اپنے

ابن عم حسن بن حسن بن علی سے نکاح کیا پھر ان کے بعد عبد اللہ بن عمر ابن عثمان

سے ان کا نکاح ہوا و ذکرہا ابن حبان فی الثقات ان کی عمر طویل ہوئی۔

ماتت وقد قارب التسعين (۹۰) ووقع ذکرہا فی صحیح البخاری

فی الجنازۃ (تہذیب ص ۳۲۷ ج ۱۲)

نور الابصار میں ان کا سن وفات ۱۱۰ھ لکھا ہے۔ توفیت رضی اللہ
عنها سنۃ عشر ومائۃ (نور الابصار ص ۱۴۰)

اور اس کے رجال متعلقہ شکوۃ ص ۱۳۶ و ۱۳۸ پر ہے۔ فاطمہ صغریٰ فاطمہ
بنت حسین ثقات تابعین میں سے ہیں۔ سو برس سے زیادہ عمر پاکر خلافت عباسی
یا اس سے قبل وفات پائی آپ سے سنن ثلاثہ میں احادیث مروی ہیں اس کی تائید
تقریب ص ۲۹۲ سے بھی ہوتی ہے فرماتے ہیں:-

فاطمہ بنت الحسین ثقتہ من الراۃ ماتت بعد المائۃ
وقد اسننت۔ ابی ہریرۃ یعنی فاطمہ بنت الحسین بن علی رضی اللہ عنہم ثقہ طبقہ
رابعہ سے ہیں آپ کا وصال ستلہ کے بعد ہوا آپ سن رسیدہ ہو کر فوت ہوئیں
آپ اہل بیت کے بزرگ شخصیت

(۳) ابراہیم بن الحسن رضی اللہ عنہما

ابراہیم بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم
روی عن امہ دروی عنہما الفضیل
ابراہیم بن الحسن بن الحسن بن علی بن
ابی طالب رضی اللہ عنہم انہوں نے اپنی
والدہ سے روایت لی اور ان سے فضیل
بن مرزوق (رضی اللہ عنہم)

(کتاب الجرح والتعدیل قسم اول ص ۹۲)

فائدہ حضرت ابراہیم بن الحسن رضی اللہ عنہما نے اپنی والدہ رضی اللہ عنہا
سے روایت والے راوی ہیں اور توخانیفین سے کچھ نہ ہو سکا۔

ان کے شاگرد یعنی ان سے روایت کرنے والے راوی پر حملہ آور ہوئے اس
کی تفصیل آتی ہے۔

ابراہیم بن الحسن وہ معروف سنی راوی ہیں جن کا ذکر امام بخاری تاریخ کبیر میں بھی لائے
ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔ ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب ابو عبد اللہ
ابن الحسن المہاشمی عن ابیہ عن جدہ عن علی عن النبی صلی
اللہ علیہ وسلم قال یكون قوم هم الراۃ فضۃ یفوضون الیہم
ابراہیم بن حسن بسند متصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ
حضور علیہ السلام نے فرمایا ایک قوم ایسی ہوگی جن کا لقب راۃ یعنی ہوگا وہ دین کو
چھوڑ دیں گے حاق ص ۲۴۹۔

نیز فاطمہ بنت الحسین کے ذکر میں تہذیب سے گذر چکا ہے کہ ابراہیم بن
الحسن نے اپنی والدہ فاطمہ بنت الحسین سے روایت کی ہے۔ حافظ نور الدین
الہیثمی نے فرمایا۔ ابواہیم بن حسن ہو ثقہ و قلم موافقا
(وفاء الوفا) ابراہیم بن حسن ثقہ ہیں جیسا کہ ابھی گزرا۔

(۴) فضیل بن مرزوق الاعز القاضی الکوفی ابو عبد الرحمن صدوق من السابقہ
تقریب ص ۸۸ کشف الاستار ص ۸۹ فضیل بن مرزوق صدوق سابقہ سے ہیں

تاریخ کبیر ص ۳۲۳ کے حاشیہ پر ہے

فضیل بن مرزوق مولیٰ بنی عنترہ نحوہ فی القاموس فی التہذیب ص ۲۹۸ میں
ہے مولیٰ بنی عنترہ یہ تحریف ہے اور تاریخ کبیر میں الرقاشی کے بجائے الرواسی
ہے اور ابن حجر رحمۃ اللہ نے الرقاشی و یقال الرواسی لکھا ہے اور ہم پہلے لکھ آئے
ہیں کہ ابی فضیل بن مرزوق نے حضرت ابراہیم سے روایت ہزار روایت کی ہے
(یہی ہمارا مدعا ہے) معاذ بن معاذ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ثوری سے پوچھا تو آپ
نے فرمایا فضیل بن مرزوق ثقہ ہے (تہذیب التہذیب ص ۲۹۹)

حسن بن علی الحلوانی نے کہا کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا فرماتے

تھے کہ میں نے ابن عیینہ سے سنا وہ فرماتے کہ فضیل بن مزروق ثقہ ہے ابن ابی حنیہ نے ابن معین سے نقل کیا کہ فضیل بن مزروق ثقہ ہے ایسے ائمہ معتدین اور ناقدین کی توثیق کے بعد پھر بھی کوئی نہیں مانتا تو ہم کیا کریں۔

کتاب الحجج والتعلیل ص ۲۳ اور ص ۴۷ میں ہے امام احمد نے فضیل بن مزروق کے متعلق فرمایا۔

لا اعلم الاختیار میں نے ان میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتا ان کے علاوہ سفیان ثوری وابن معین وغیرہ ائمہ نے ان کی ثقافت بیان کی ہے۔

اصول حدیث کے مطابق حدیث کی صحت کے **تائید و انکار کا موازنہ** بعد ملاحظہ ہو کہ اس حدیث شریفہ کے بارے میں تائید کس نے اور انکار کس نے کیا۔

اس حدیث پاک کے متعلق علماء کرام اور محدثین عظام **تائیدات** کے تاثرات و ارشادات ملاحظہ ہوں۔

(۱) سیدنا امام طحاوی نے فرمایا یہ ایمان افروز حدیث پاک دو روایتوں سے ثابت ہے اور دونوں روایتوں کے راوی ثقہ ہیں۔

(۲) حضرت تلامذہ علی قاری نے فرمایا یہ دونوں روایتیں امام طحاوی کے نزدیک ثابت ہیں اور یہ حجت کے لیے کافی ہے اور جب ان دونوں روایتوں کے راوی ثقہ ہیں تو انکار کیوں اس کی وجہ آئے گی۔

(۳) امام احمد صالح نے فرمایا یہ معجزہ علامات نبوت ہے لہذا کسی اہل علم کو لائق نہیں کہ وہ اس کا انکار کرے۔

(۴) علامہ ابن عابدین امام شامی نے فرمایا کہ اس حدیث محدثین کی بڑی جماعت نے روایت کیا ہے اس کی سند حسن ہے جس نے اسے مزید امام ابن عساکر نے

(۵) علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ نے فرمایا اس حدیث پاک کے تعدد طرق اس کے صحیح ہونے کے عامل گواہ ہیں۔

(۶) حضرت تلامذہ علی قاری نے فرمایا یہ حدیث پاک اصل کے اعتبار سے ثابت ہے اور تعدد طرق سے وجہ حسن کی پہنچتی ہے۔

(۷) علامہ حلی نے فرمایا یہ حدیث متصل ہے اور اس کی پانچ سندیں ہیں۔

(۸) عارف باللہ علامہ سنخانی نے فرمایا یہ حدیث پاک محدثین کرام کے نزدیک مشہور ہے اور کسی کے اس حدیث پاک کو موضوع کہنے کا اعتبار نہیں۔

(۹) شیخ الحدیث شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا جب امام طحاوی امام احمد بن صالح حضرت قاضی عیاض محدث طبرانی اس حدیث پاک کے صحیح ہونے کے قائل ہیں۔

دورِ سلاطین میں اس کا انکار صرف ابن الجوزی نے کیا اس کے **انکار** بعد ابن تیمیہ نے اب ابن تیمیہ کے نقش قدم پر چلنے والے منکر ہیں جو صرف دو چار ہیں جنہیں ہمارے دور کے محققین نے مگر اسی کے جلال اور زائد کے دجال بتایا۔ اور سابق دور کے انکار پر بھی محققین خاموش نہیں رہے تھے۔

(۱۰) علامہ شہاب الدین خفاجی نے فرمایا اس حدیث پاک **مردود** کو ابن جوزی اور ابن تیمیہ کا موضوع کہنا یہ ان کی اپنی ٹٹل ہے۔

(۱۱) امام ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا ابن جوزی اور ابن تیمیہ کا اس حدیث کو اپنے گمان سے موضوع کہنا غلط ہے۔

(۱۲) امام ذرقانی نے فرمایا اس حدیث پاک کو موضوع کہنے والے کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۱۳) امام طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح ثابت کیا ہے اور یہ دونوں امام کافی ہیں۔

(۵) خاتمة الحفاظ امام سیوطی نے اس حدیث پاک کے متعلق ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور اس حدیث پاک کو اسناد کثیرہ سے روایت کیا اور اس کی ایسی تصحیح کی (صحیح ثابت کیا) کہ اس سے زیادہ تصحیح ناممکن ہے۔

(۶) موصوف نے الحاوی للفتاویٰ میں ص ۵۵ میں ایک سوال کے جواب میں لکھا

المثبت فی الصحاح فی غزوة

الحندي انہ صلی العصر

بعد المغرب لکن روى

الطحاوی ان الشمس ردت

الیہ حتی صلاہ و قال ان

رواہ ثقات حکاہ عند النوی

فی شرح مسلم والحافظ ابن

حجر فی تہذیب احادیث

الشرح الکبیر و میکن الجمع

بین هذه الروایة و ما فی الصحاح

یان یحمل قوله بعد ما غربت

او بعد المغرب علی وجود الغروب

الاول و لا ینافی ذلک کونھا

عادت فغاۃ ما فی الباب ان

روایة الصحاح سکت عن

العود الثابت فی غیرھا وقد

ورد ایضاً ان الشمس ردت

لاحق بعد ما غربت عن علی رضی

اللہ عنہ و کانت العصر فاتتہ

و هو ای النبی صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم فی حجرہ فقال اللهم انہ کان

فی طاعتک و طاعة رسولک

فارد و علیہ الشمس فطلعت

بعد ما غربت و ورد ان الشمس

جست له فی قصة الاسراء حسین خبر

بقدم الامیر و القشتان فی الشفاء

حضور ان کی گود میں آرام فرما تھے آپ نے

دعا مانگی اے اللہ علی تیری اور تیرے

رسول کی طاعت میں تھا اسی لیے اس کے

لئے سورج و نیا تو سورج کا غروب کے بعد

طلوع ہوا اور وارہے کہ قصداً اس میں

بھی آپ کے لیے سورج گر گیا جب

آپ نے قافلہ کی آمد کی خبر دی اور یہ

دونوں قصے شفاء شریف میں ہیں۔

مکرمین روایتیں ایک بار کورتے رہے امام

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بار ثابت کر

یک نشد سہ شد

دیا (۱) بعد اسراء (۲) غیر (۳) خندق :-

قاعدة

یہاں وہ واقعات بیان کرنا مطلوب نہیں صرف

دکھانا یہ ہے کہ جن کمالات و معجزات کو اسلاف

رحمہم اللہ نہایت فخر سے بیان کرتے چلے آئے آج منکر انہیں محض اپنی افتاد میں

انکار کر دے اس کے کون پر بھی اور پھر انکار پر نہ کوئی دلیل نہ تحقیق۔ اہل کے

اس انکار کا حساب قیامت میں ہوگا اور سخت ہوگا (انشاء اللہ)

رد شمس والی حدیث اسماء ہر حیثیت سے صحیح ہے۔

خلاصة البحث

یہ مشہور عند الناس بھی ہے اور مشہور عند المحدثین

بھی جیسا کہ روح البیان سے گذرا اور اس کے طرق بھی متعدد ہیں کہ اس کی پانچ سندیں

ہیں جیسا کہ سیرت حلبیہ کی عبارت سے واضح ہوا اور یہ حسن حدیث دوسری حسن کے

ساتھ مل کر بھی درجہ صحت پر فائز ہوئی۔ لہذا اس حدیث اسما حسن و کذا
اسناد حدیث ابی ہریرۃ الاذی کما صرح بہ السیوطی قائلہ ومن
ثم صحہ الطحاوی فی القاضی عیاض۔ (زررقانی صفحہ ۱۱) اس لیے کہ اسماء کی حدیث
کی سند اور ابو ہریرہ والی روایت کی سند ایک ہے جیسا کہ امام سیوطی نے تصحیح کی اگلیاں
اسے امام طحاوی و قاضی عیاض رحمہما اللہ نے صحیح بتایا۔ اب بھی اگر کوئی شخص اس
ایمان افروز معجزہ مبارک کے متعلق کہے کہ یہ ثابت نہیں تو وہ اپنا انجام خود دیکھ لے
اور ناظرین کرام بھی اندازہ کریں کہ ایسے دلائل قاہرہ سے ثابت ہونے کے بعد بھی
نہ ملنے اور کہتا جائے کہ یہ ثابت نہیں اس شخص کے دس میں محبت مصطفیٰ ہے یا
بغض مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

محمد بن کرام کے تاثرات و ارشادات مبارکہ کا خلاصہ:-

(۱) امام طحاوی نے یہ ایمان افروز معجزہ در روایتوں سے ثابت کیا ہے اور
دونوں روایتوں کے راوی ثقہ ہیں۔

(۲) حضرت طاعی قاری۔ یہ دونوں روایتیں امام طحاوی کے نزدیک ثابت ہیں اور یہ
حجت کے لیے کافی ہے اور جب ان دونوں روایتوں کے ردی ثقہ ہیں
تو جوان پر طعن کرے اس کا اعتبار نہیں ہے۔

۳۔ یہ معجزہ علامات نبوت سے ہے لہذا کسی علم دانے کو لائق نہیں کہ اسے یاد نہ کرے۔
۴۔ علامہ شامی جس نے اس حدیث پاک کو موضوع کہا اس نے غلط کہا۔

۵۔ علامہ شامی اس حدیث پاک کو محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا اور اس
کی سند حسن ہے۔

۶۔ امام حدیث خاتمہ الحفاظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث پاک کی ایسی تصحیح فرمائی کہ
اس سے زیادہ ناممکن۔

(۷) علامہ خفاجی اس حدیث پاک کے تعدد طریق اس کے صحیح ہونے کے عباد گواہ ہیں۔
(۸) ملا علی قاری۔ یہ حدیث پاک اصل کے اعتبار سے ثابت ہے اور تعدد طریق سے
حسن کے درجہ کو پہنچی۔

(۹) علامہ حلبی۔ یہ حدیث متصل ہے اور اس کی پانچ سندیں ہیں۔

(۱۰) امام سخاوی۔ اس حدیث پاک کی تصحیح محدثین کرام نے کی اور حضرت ابو ہریرہ والی
حدیث پاک ابن مردودہ نے با سند حسن نقل فرمائی۔

(۱۱) علامہ بیہقی صاحب روح البیان۔ یہ حدیث پاک محدثین کرام کے نزدیک مشہور
ہے اور کسی کے موضوع کہنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(۱۲) شیخ الحدیث شاہ عبدالحق محدث دہلوی۔ جب امام طحاوی امام احمد بن صالح۔

حضرت قاضی عیاض۔ محدث طبرانی اس حدیث پاک کے صحیح ہونے کے قائل
ہیں تو یہ کہنا فضول ہے کہ صحاح ستہ میں کیوں نہیں۔ نیز تمام کی تمام حدیثیں صحاح
ستہ میں نہیں ہیں۔

(۱۳) امام زررقانی۔ جب ایک حدیث حسن دوسری حدیث حسن کے ساتھ مل جائے
تو وہ درجہ صحت پر فائز ہو جاتی ہے۔ لہذا در شمس والی دونوں حدیثیں صحت
کو پہنچی ہوئی ہیں

مکرر کمالات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مخالفین کے دوستوں نے انکار کا جھوٹا دوستوں کے سہارا

پر تیار کیا علماء و محققین نے ان دونوں ستونوں کو اپنی تحقیق کی قوت سے نہ صرف
مار گریا بلکہ ان کا اس مسئلہ میں نام و نشان تک ختم کر ڈالا چنانچہ ملاحظہ ہو۔

ان دونوں کا علمی پایہ جیسا بھی ہے
ابن الجوزی رحمہ اللہ وابن تیمیہ
لیکن حدیث کو ضعیف و موضوع

کہتے ہیں میباک اور غلط گو اور عجلت باز تھے بالخصوص رد الشنس کی حدیث کے بارے میں محدثین کی آراء ملاحظہ ہو۔

۱۱) **النور شاہ کشمیری دیوبندی** اس نے فیض الباری جلد رابع ص ۶۶ پر حدیث رجم قردہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا کہ ثمان ابن الجوزی ادخل هذا الحديث في الموضوعات وكذا حديثين من صحيح مسلم وقد صرح أصحاب الطبقات ان ابن الجوزي راكب على مطايا الحجلة فيكثر الا غلطاً وابتغى فيه مصيبة اخرى وهي انه يورد الاحاديث الصحيحة كلما خالفت عقله وفكره (فیض الباری علی صحیح البخاری جلد ۴ ص ۶۶) ابن جوزی نے اس حدیث (رجم بندریا) کو موضوعات میں داخل کیا ہے۔ ایسے ہی صحیح مسلم کی دو حدیثوں کو حالانکہ اصحاب طبقات نے تصریح فرمایا ہے کہ تحقیق ابن جوزی عجلت کی سواریوں پر سوار ہے۔ اسی لیے (احادیث پر وضع کا حکم لگاتے ہیں) بہت غلطی کرتا ہے اور ابن الجوزی میں ایک دوسری مصیبت یہ ہے کہ وہ ان احادیث صحیحہ کو رد کرتے ہیں جو ان کی عقل و فکر کے خلاف ہوں۔

۱۲) علامہ امام محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی کی شرح علی المواہب الدنیہ للعلامة القسطلانی اس سے قبل ان کی تائید و توثیق احمد بن صالح المصري کے ذکر میں گذر چکی ہے۔ مزید اس مقام پر جہاں صاحب مواہب نے یہ ذکر کیا ہے کہ ابن تیمیہ نے ردوافض میں ایک مستقل تصنیف کی ہے جس میں اس حدیث کے جملہ طرق درج ہیں کا ذکر کر کے اس کا موضوع ہونا ثابت کیا ہے اور پھر کہا ہے کہ قاضی عیاض پر تعجب ہے کہ علوم حدیث میں اس قدر جلال و قدر اور علو منزلت

کے باوجود اس حدیث کو انہوں نے کیسے ثابت مان لیا ہے۔ اس پر علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ تعجب قاضی عیاض پر نہیں بلکہ تعجب ابن تیمیہ پر ہے کیونکہ قاضی عیاض تو اس اصل پر حدیث کی تائید کر رہے ہیں۔ جو الفیہ وغیرہ اصول حدیث کی جملہ کتابوں میں مصرح ہے اور عولی کے طلبہ سے بھی مخفی نہیں ہے۔ یعنی طرق متعددہ سے حدیث کا سردی ہونا اس کو درج احسن تک پہنچا دیتا ہے اور ضعف باقی نہیں رہتا۔

ابن تیمیہ کی شوخ چٹمی دیکھئے کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کی جلالت علمی کے اعتراف کے بعد انہوں نے انکو ڈانٹ رہا ہے کہ انہوں نے رد الشنس والی حدیث کو کیسے صحیح مان لیا۔ گویا ابن تیمیہ حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ کو اس حدیث کی صحت کی تسلیم پر مورد طعن بنا رہا ہے حالانکہ اس نے اپنی بد قسمتی کی طرف توجہ نہ کی کہ وہ معجزہ رد الشنس کے انکار پر کس گڑھے میں گر رہا ہے۔

۱۳) شیخ الاسلام علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

شراح بخاری و صاحب تصانیف کثیرہ شہیرہ امام زرقانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قال الحافظ في فتح الباري خطأ ابن الجوزي بذكره في الموضوعات وكذا ابن تیمیہ فی کتاب الرد علی الردافض فی زعم وضعه۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا کہ

ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کر کے غلطی کی۔ اسی طرح

ابن تیمیہ نے بھی غلطی کی رد و انقض میں جو کتاب لکھی اس میں اس حدیث کی وضع کا ذکر کیا۔
(زرقانی ص ۱۱۵ ج ۵)

(۵) شیخ الاجل علامہ بدر الدین العینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری

ج ۷ ص ۱۴۶ میں اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں اخرجہ الحاکم عن اسماء... وذكره الطحاوی فی مشکل الآثار..... وهو حدیث متصل ورواہ ثقات واعلّٰل ابن الجوزی هذا الحدیث لا یلتفت الیه بہ حدیث متصل ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور ابن جوزی کا اس حدیث پاک کے اعلال کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

(۶) ابن حزم ظاہری طور پر رد فرماتے ہوئے رقم پذیر ہیں۔ قلت والحدیث رواہ الطبرانی باسناد قال الحافظ نور الدین الہیثمی رجال احدها رجال الصحیح غیر ابی اہیم بن حسن وهو ثقہ و خاتمہ بنت علی ابن ابی طالب لما عوفھا۔ انتھی۔

واخرجہ ابن مندہ وابن شاہین من حدیث اسماء بنت عمیس وابن مردویہ من حدیث ابی ہریرۃ واسنادہما حسن، ومن صحیحہ الطحاوی وغیرہ وقال الحافظ ابن حجر فی فتح المباری بعد ذکر روایت البیہقی لہ وقد اخطأ ابن الجوزی بایراد لا لہ فی الموضوعات۔

(وفاء الوفا للعلامة السہودی ص ۸۲۳)

میں کہتا ہوں اس حدیث رد شمس کو طبرانی نے کئی سندوں سے بیان کیا ہے۔ حافظ نور الدین الہیثمی نے فرمایا۔ ان اسانید طبرانی سے ایک سند کے رجال، رجال صحیح ہیں۔ سوا ابی اہیم بن حسن کے وہ ثقہ ہے اور نا طبرنت علی بن ابی طالب کو میں نہیں پہچانتا ہوں۔

اور اس حدیث رد شمس کو ابن مندہ اور ابن شاہین نے حدیث اسماء بنت عمیس سے بیان کیا اور ابن مردویہ نے حدیث ابی ہریرہ سے اور ان دونوں حدیثوں کا اسناد حسن ہے۔ اور طحاوی وغیرہ نے بھی اس کی تصحیح کی ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کے متعلق روایت یہی ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ بلا شک ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات لکھنے کی ہے۔

(۷) شیخ محقق الفضل فرید العصر مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ التوفی ۱۰۵۲ھ یعنی مدارج النبوت جلد ۲ ص ۲۵۳ میں لکھتے ہیں کہ

اماد کلام در حدیث رد شمس برائے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسیچہ علامہ گفتہ اند نقل کنیم بے ثبوت تعصب و تعسف و اعینا الالبلاغ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے رد شمس کی حدیث میں کلام جو کچھ علماء نے کہا ہے ہم بغیر تعصب اور تعسف اس کو نقل کرتے ہیں۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ بڑے سائز کے تقریباً اڑھائی صفحے میں اس بحث کو لائے ہیں۔

فائدہ

عہ یہ ان کے اپنے معلومات پر ہے ورنہ یہ بی بی محمدین میں بہت بڑی مشہور ہیں ان کے متعلق تحقیق آئے گی۔ انتقاد اللہ

اور امام لمحاوی، قاضی عیاض، طبرانی، ابن عساکر، احمد بن صالح سے حدیث کی صحت اور حسن کا ذکر فرمایا ہے۔ اور اس ضمن میں فرماتے ہیں۔ ابن جوزی مستعجل است وحکم وضع وادعائے آل وثوق نیست۔ ابن جوزی وضع کا حکم لگانے میں جلدی کرنے والا ہے اور اس کا دعویٰ قابل وثوق نہیں ہے۔

ابن تیمیہ | ابن تیمیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض کی جلالت قدر اور علو خطر کو تسلیم کرنے کے بعد ابن تیمیہ کو توقف اور تردد مناسب تھا نہ کہ جزم بباطلان والکار۔

ابن کثیر | ابن کثیر نے جو یہ لکھا ہے کہ اس حدیث کی نقل میں اہل بیت کی ایک مجہولہ عورت متفرد ہے جس کا حال ہی معلوم نہیں ہے اس کے متعلق فرماتے ہیں۔

قول بجهات وعدم معرفت حال اسماء بنت عیسى ممنوع است زیرا کہ دے امر قہ جلیلہ عاقلہ کیسے است کہ احوال دے معلوم و معروف است۔ اسماء بنت عیسى رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عدم معرفت اور جہالت کا قول ممنوع ہے۔ کیونکہ وہ ایک نیک، بزرگ، عقلمند اور دانا خاتون ہیں کہ اُس کے حالات معلوم و معروف ہیں (ان کے مزید حالات آئیں گے انشاء اللہ)

عہدہ ابن کثیر کی اہلیت دشمنی کا واضح ثبوت ہے کہ اسماء بنت عیسى جیسی مشہور بی بی کو مجہولہ کہہ دیا۔ ہم ایسے علماؤں کو کیا کہہ سکتے ہیں جب بڑوں کا یہ حال ہے ان کے چھوٹوں کا کتنا بُرا حال ہو گا۔

(۸) حجتہ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۵۲۸-۵۲۹ تاثر علی کے بیان میں فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز عصفوت ہو گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی آفتاب لوٹ آیا۔

اس کے بعد فرماتے ہیں۔ ۱۱۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں ہمارے شیخ ابو طاہر محمد بن کردی مدنی کے سامنے پڑھا گیا۔ میں سُن رہا تھا۔ وہ کہتے ہیں مجھے میرے والد ابو اسیم بن حسن کردی مدنی نے خبر دی۔ یہاں تک مع ذکر مثنیٰ اسماء بنت عیسى تک دو طریق سے اپنی کھمل سند کو بیان فرمایا۔

بعد دوسرے آئمہ حدیث کی تصحیح کا ذکر فرمایا کہ حافظ جلال الدین سیوطی نے کشف اللبس فی حدیث ردائش کے ایک مقام میں لکھا ہے کہ ردائش ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ امام ابو جعفر طحاوی وغیرہ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ حافظ ابوالفرج ابن جوزی نے بہت زیادتی کی ہے۔ انہوں نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کر دیا۔ ان کے شاگرد محدث ابو عبد اللہ محمد بن یوسف دمشقی صالحی نے مزمل اللبس عن حدیث ردائش کے ایک مقام میں بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو طحاوی نے مشکل الآثار میں اسماء بنت عیسى سے دو طریقوں سے نقل کیا ہے۔ اور کہتا ہے یہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں۔ ان کے راوی ثقہ ہیں اور قاضی عیاض نے اس کو شفاء میں درج کیا ہے اور حافظ ابن سید الناس نے بشری اللیب میں اور حافظ علاؤ الدین مغسٹائی نے اپنی کتاب الزاہر الباسم میں ابوالفتح ازدی نے اس کی تصحیح کی ہے اور ابوزری عساکری نے الدر المنثور فی الاحادیث المشہورہ میں بیان کیا ہے اور انہوں نے ابن الجوزی کا بھی رد فرمایا ہے۔

اس کے بعد شاہ صاحب موصوف نے حدیث مشکل الآثار کی حدیث رد الشمس کو ہر دو طریق سے بیان فرمایا ہے۔

(ازالۃ الخفاء مقصد دوم صفحہ ۹ مترجم مطبوعہ کراچی)

(۹) خاتمہ المحققین من الفقهاء علامہ ابن العابدین شامی قدس سرہ

نے رد المحتار نے در المختار یعنی فتاویٰ شامی ص ۳۳۷ میں لکھتے ہیں کہ

والحدیث صحیح الطحاوی وعیاض
اخرجه جماعة منهم الطبرانی
بسند حسن واخطأ من
جعلہ موضوعاً کا بن المجوزی
اور حدیث کی امام طحاوی وعیاض نے
تصحیح کی ہے اور اسے بڑی جماعت
نے روایت کیا ان میں امام جلالی ہیں
سند صحیح کے ساتھ اور جسے اس حدیث
کو موضوع کہا اسکی خطا کا اظہار فرمایا۔

اس حدیث پر جو روایت اعتراض کیا گیا اس کا جواب امام شامی موصوف

الصدر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ

وما فی الحدیث خصوصیتہ
لعلیٰ ما یعطیہ قولہ علیہ السلام
انہ فی طاعتک وطاعة
رسولک (شامی ص ۳۳۷)
اور وہ جو حدیث میں ہے اس میں
سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت
ہے جیسے حضور علیہ السلام کے قول میں
(کہ وہ تیرا اور تیرے رسول کی اطاعت
میں تھا) سے اشارہ ملتا ہے۔

(۱۰) سیدنا شیخ الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جذب القلوب ص ۲۰۷
میں لکھا کہ اس میں شک نہیں کہ (صحابہ) وہ جگہ ہے جہاں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کے لیے سورج ٹوٹا گیا کیونکہ یہ واقعہ صحابہ (جو خیر کے قریب ہے) میں واقع ہوا تھا۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصریح کی ہے اور یاد رہے کہ حدیث
رد الشمس بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ باسناد حسن اور طرق متعددہ سے ثابت
ہے امام طحاوی نے اس کی تصحیح کی ہے

ابن جوزی کا اسے موضوعات میں لانے سے متعلق فیخ ابن حجر فتح الباری
شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ ابن جوزی نے خطا کی ہے کہ اس حدیث کو
موضوعات میں شمار کیا۔

نوٹ: صرف چند نمونے عرض کر دیئے ورنہ ابن المجوزی و ابن تیمیہ
کی ایسی عجلت بازی پر سینکڑوں محققین نے مذمت فرمائی ہے اسی لیے
حق کے متلاشی کو یقین ہو جانا چاہیے کہ رد الشمس کے منکرین کا ان دو عجلت بازوں
کا حوالہ دے کر نبوت دشمنی کا ثبوت ہم پہنچایا ہے۔

(۱۱) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فتاویٰ عزیزی

صفحہ ۸۵ میں لکھتے ہیں کہ

کلام ابن تیمیہ فی منہاج السنۃ وغیرہ من الکتب
متوحش جداً فی بعض المواضع لاسیما فی تفریط حق اہل البیت
وفی منع زیارة النبی علیہ السلام وفی انکار الغوث والقطب
والابیدال وامثال ذلک وهذه المواضع منقولة موجودة
عندی وقد تصدّی برد کلامہ فی زمانہ جہا میڈا علما و الشام
والمغرب والمصرم ان ابن القيم تلمیذہ المرشید قد بالغ فی توجیہہ

کلام نکتہ لایقہ العلماء حتی ان المحدثین معین الدین السندی
فی عصر سیدی الوالد اطال رسالتہ فی ردہ اذا کان کلامہ
مردوداً أعتمد علماء اهل السنة فأت طعن یلحقہم فی
ذلك (فقط)

ابن تیمیہ کا کلام منہاج السنۃ وغیرہ میں بعض مقالات پر نہایت دشمنانک
ہے خصوصاً اہل بیت کے حق میں تقریب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت
کو روکنے اور غوث قطب امرا بیدال کے انکار کے بارے میں اور امثال ذالک
اور یہ مقامات میرے پاس موجود منقول ہیں۔ ابن تیمیہ کے زمانہ ہی میں شام مغرب
اور مصر کے علماء جہا بڑہ اس کے رد کے دوسرے ہوئے ہیں پھر اس کے شاگرد رشید
ابن قیم نے اس کے کلام کی ترحیہ میں مبالغہ کیا لیکن علماء اہل سنت نے اس کو قبول
نہ کیا یہاں تک کہ میرے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے زمانہ میں
مخدوم معین الدین السندی نے ایک طویل رسالہ ابن تیمیہ کے رد میں تحریر فرمایا۔ تو
جب ابن تیمیہ کا کلام علمائے اہل سنت کے نزدیک مردود ہے تو ان پر اس بارے
میں کیا طعن لاتی ہو سکتی ہے۔

(۱۲) علامہ عبدالحی لکھنوی تحفۃ الکنز علی حواشی تحفۃ الطلیحہ میں فرماتے ہیں
ان من المحدثین من له افراط ومبالغة فی الحكم بوضع الاحادیث
ویابطالها وضعها منهم ابن الجوزی وابن تیمیہ الختلی والجوزقانی
والصنعانی وغیرہ۔ (حاشیہ الفرج المکیل ص ۳۰)

(۱۳) شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی لسان المیزان میں فرماتے ہیں۔

طاعتہ و قد ابن تیمیہ علی اعلیٰ فوجدتہ کثیر التامل فی رد
الاحادیث التي یوردہا ابن المطہر و رد فی ردہ کثیراً من الاحادیث
الجیاد۔ (استہلالی)

ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن کثیر نے حدیث رئیس کے اسماء کے رجال پر
جرح میں اکثر ان کی نجدی کا اتباع کیا ہے اور ابن جوزی خود احادیث پر وضع و
ضعف کا حکم لگانے میں افراط و تفریط سے نہیں بچے ہیں انہوں نے بہت سی حسان
بلکہ صحاح پر ضعف کا حکم لگا دیا ہے اور ضعافات پر وضع و ابطال کار کا لایق علی من
اوتی مسکتہ یاعظم الحدیث۔ تفصیل کے لیے تعقیبات السیوطی علی موضوعات ابن الجوزی
لاحظہ فرمائیں (تدریب الراوی ص ۳۸) بلکہ خود علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں ابان
بن یزید الطحطاوی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ علامہ ابن الجوزی نے اس کو ضعفاء میں
ذکر کیا ہے۔

ولم یذکر فیہ اقوال من وثقہ و هذا من حیوین کتابہ یسرود
الجرح و یکت عن التوثیق۔ انتہی

(۱۴) علامہ علی قاری موضوعات کبیر ص ۲۴ پر فرماتے ہیں۔

واعی ابن الجوزی انہ موضوع لکن قال السیوطی اخرجہ ابن
مندہ وابن شاہین وابن مردودیہ وصحہم الطحاوی القاضی عیاض
اقول ولعل الختلی ردہا بامر علی والمثبت بعد عامہ التی علیہ السلام
اس کے بعد علامہ علی قاری فرماتے ہیں۔

عہ بلکہ صحیح مسلم تک کو نہیں چھوڑا ہے (تدریب)

میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ دشمن یا مصلیٰ ہے کرم اللہ وجہہ اور مثبت کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ہے۔

(۱۵) انور شاہ کا شمیری دیوبندی فیض الباری ج ۳ ص ۴۳۳ میں لکھتے ہیں

قال (الطحاوی) وهو حديث متصل وسدس ثقات وواعلا ل ابن الجوزی هذا الحديث لا يلتفت اليه۔

یہ حدیث متصل ہے اور اس کے راوی ثقات ہیں اور ابن جوزی وغیرہ (ابن تیمیہ اور اس کے اتباع) کا اعلان اس حدیث کے بارے میں قابل التفات نہیں۔

انتباہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف اسی غیبت کی بیماری میں مبتلا تھے بلکہ ادیان دشمنی میں بھی آپ اپنی مثال خود تھے لیکن جو نبی حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی نگاہ کریمانہ سے نوازے گئے۔ یہ تمام بیماریاں مٹ کر رہ گئیں تحقیق کے لیے دیکھئے فقیر کی کتاب (غوث اعظم) منی الفین انکار کمالات مصطفیٰ و ادیان میں جتنی عبارات نقل کرتے ہیں یہ ان کے زمانہ سابق کی ہیں۔

سابقہ ادوار کے منکرین | دور سابق میں انکار میں ایک نام امام رحمۃ اللہ علیہ کا آیا ہے انہیں نفس مسئلہ سے انکار نہیں حدیث کی سند سے ہے اس کا جواب فقیر عرض کرے گا۔ وہ اپنے انکار میں مخدو تھے۔ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی فقیر نے غرض کر دیا ہے اب انکار میں صرف ابن تیمیہ کیلئے جاتا ہے اور وہ جملہ علمائے اہل سنت کے نزدیک گمراہ اور بے دین خارجی المذہب اور معتزلی المذہب تھا اس کی کشتی میں نجدی دہائی مودودی وغیرہ سوار ہیں اور وہ اس ابن تیمیہ کی گمراہی پر نازاں بھی ہیں۔ ہم اہل سنت کو

ابن تیمیہ کا نام سننے تک گمراہ نہیں اس لیے کہ وہ گمراہ وضلالت میں اپنی مثال خود ہے۔ علاوہ ازیں اسے اہلبیت کی دشمنی اور بغض و عداوت میں خصوصیت سے مشہور ہے۔ ردائش کی حدیث کا انکار بھی صرف اسی لیے ہے اس کے اکثر راوی اہلبیت کرام ہیں (یعنی اللہ عنہم) سے راوی ہیں اور ثقہ و معتبر ہیں لیکن دیرہ کو رو کیا آئے نظر کیا دیکھے۔

دور حاضر کے منکرین کون ہیں | یہودیوں کے ایجنٹ ہیں یا خوارج کا بقایا اگر یہ گمراہ نہیں تو یقین کریں کہ یہ ابن تیمیہ کے پرستار ہیں (ابن تیمیہ کا تعارف آخر میں آئے گا) ہم دیکھ رہے ہیں کہ تنقیص پروردگار کا ایک طائفہ اس برصغیر میں ایک مدت سے غلط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ چڑھا رہا ہے الفاظ کی بے شری راگنی ہو یا خامہ و قرطاس کی بوجھیاں یہ بے لگام شذوذ ہر طور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب و مناقب میں تنقیص کی سعی مذموم کرتا رہا ہے۔ ان جفا کاروں نے اسلامی نام کے صحائف میں تو ابن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ زہریلے تیر چھپا رکھے ہیں جو اہل اسلام کا سینہ چیر کر رکھ دیتے ہیں یہ طائفہ امت مسلمہ کے لیے کوئی اجنبی فرقہ نہیں ہے۔ مداحان رسولؐ نے ہر دور میں اعداء نبیؐ کا سامنا کیا ہے کبھی یہ حرب بے لگام اسلام کے انقیاد پر جہل و بوجہ بن کر ابھرا اور کبھی ابن سبیا کا مکر فریب بن کے نکلا اسلام کے فرزندوں سے اپیلیں کی ہیں۔ درد مندانہ درخواستیں کی ہیں کہ جب تم اسلام کا نام لیتے ہو تو بانی اسلام کو برا نہ کہو۔ رسول عربی کی شان کوتاہ فکر و تنقیص رسالت کے پیچھے نہ پڑو مگر ان تنقی القلوب انسانوں پر التجاؤں اور درخواستوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا کوئی باب ہو۔ انہیں راس نہیں آتا۔

کبھی لحاظ رحمت میں تفسیر کی کوشش کرتے ہیں کبھی فیضان رسالت کا انکار ہوتا ہے کبھی علم نبوت میں درازدستی کرتے ہیں۔ غرضیکہ ہر عنوان یہ توہین رسالت کے ورپے ہیں۔ اس وقت ہم نے جن موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ وہ حضور کی شان کا ایک مسئلہ ہے اور لاریب فضیلت رسالت کا ہر باب محب رسول کی موت و حیات کا مسئلہ ہے جس طرح شق القمر کا معجزہ جہود اُمت میں مقبول ہے۔ اسی طرح رد شمس بھی معجزات رسالت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ معجزہ تواتر کے ساتھ اُمت میں مقبول ہوتا چلا آیا ہے۔ فرزندان اسلام میں یہ معجزہ ہمیشہ ریب و شک سے بالاتر رہا ہے۔ اُمت کے صحباء اور ارجلاء بزرگ اس معجزے پر اعتقاد رکھتے ہیں مگر اس دور کے تنقید کاروں نے کلمات رسول کی دشمنی میں اس کا بھی انکار کر دیا اور حدیث و سیرت کتابوں میں جو روایت اس باب میں منقول ہے اس کو موضوع تک کہہ بیٹھے اور استدلال میں ابن تیمیہ جیسے دشمن رسول کا حوالہ دے ڈالا زیادہ ہاتھ پاؤں مارے تو ابن جوزی کو تلاش کر لائے عداوت رسول میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ ابن جوزی کے بارے میں وہ تمام کلمات ان کی آنکھوں سے مفقود ہو گئے جو اس بارے میں محدثین اور فقہائے اسلام نے کہے ہیں۔ آئمہ مسلمین نے جس طرح ابن جوزی پر جرح قدح کا ہے وہ اہل تحقیق کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے مگر اس تعصب کا کیا کیا جائے جو تعظیم مصطفیٰ کو کسی طرح دل میں جگہ نہیں دیتا۔

رد الشمس کے اکثر دواۃ اہلیت ہیں اداس میں
سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا چہلو ہے
فیصلہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اسی لیے خوارج کو تو اس کا انکار لازم ہے کیونکہ

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خلد جی مجھ سے اور میری اولاد سے اور
حضرت علی المرتضیٰ سے بغض رکھنے نیز فرمایا کہ خوارج جہنم کے کتے ہیں (طبرانی شریف ص ۱۱۰)

رد الشمس کے انکار میں پیش پیش ابن تیمیہ ہے اور وہ خارجی
انتباہ المذہب ہے تفصیل آٹھ گ (انشاء اللہ)

دلائل منکرین مع تردید مختصراً

ابن الجوزی رحمہ اللہ آپ واقعی پایہ کے محدث تھے ابتدا میں اولیائے کرام
کے منکر تھے پھر حضور غوث اعظم جیلانی شیخ عبدالقادر
رضی اللہ عنہ کے مرید ہوئے تفصیل فقیر کی کتاب "غوث اعظم" میں ملاحظہ ہو۔
باوجود ایں ہمہ احادیث صحیحہ کو ضعیف اور موضوع کہہ دینے میں عجلت ہانہ
تھے ان کی اس خامی یا نقصوں ردائش والی روایت میں غلطی کے بارے میں آپ نے
محدثین کی آراء گزشتہ ادراک میں ملاحظہ فرمائی ان کی یہ عجلت ہمارے دور کے منکرین
کلمات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اعتراف ہے۔

یہ خارجی مزاج اور اپنے دور کے علماء و مشائخ کی نظروں میں
ابن تیمیہ نہایت ہی گمراہ اور نشان سمجھا جاتا تھا اس کے علاوہ اس حدیث
کے انکار میں اس نے بھی ابن الجوزی رحمہ اللہ کا کردار ادا کیا اسی لیے محدثین کے
نزدیک یہ بھی عجلت ہانہ مشہور ہے اور اس نے امام طحاوی رحمہ اللہ کی سند پر جرح و
تنقید کی ہے تو وہ بھی غلط بلکہ اس کی اس تنقید و جرح سے علماء کرام نے فرمایا کہ
اپنی خارجیت مزاجی کے پیش نظر اس نے اہلیت کرام رضی اللہ عنہم کی عداوت کا
مظاہرہ کیا ہے تفصیل آئنگی۔

منکرین کی فحوت صدر حاضر میں اکثر صاحبان ابن تیمیہ کے پرستار ہیں۔
جب ان کے امام مقتدا کا حال مخدوش ہے تو مقتدیوں کا حال تو اس سے زبوں تر
ہوگا۔ ان میں مزید جدید کوئی اعتراض نہیں اٹھایا بلکہ ابن تیمیہ کے اعتراضات کو نیا

باس پسنا کر پیش کیا ہے البتہ محمود عباسی نے اہلبیت دشمنی میں کچھ غلط بیانی کی ہے اس کی تفصیل و تردید آئینگی (انشاء اللہ)

مودودی بولتا ہے جس طرح اس نے معجزہ شق القمر کے انکار میں ہاتھ پاؤں مارا ہے اور فقیر نے اس کی مفصل تردید تحقیق القمر میں لکھ دی ہے یہاں اس طرح نہیں کیا صرف ابن ریمہ کے نظریہ کو اپنی مرصع عبارت میں ڈھالا ہے چنانچہ تفہیم القرآن ص ۲۳ سورۃ ص آیت ردو صاعلی کے تحت لکھا۔

ایک گروہ نے مذکورہ بالا ترجمہ و تفسیر کے تھوڑا سا اختلاف کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حجتی قواست پالجبجاب اور مرد و ذہا عکلی، دونوں کی منبر مخرج ہی کی طرف پھرتی ہے یعنی جب نماز عصر فوت ہوگئی اور سورج پردہ مغرب میں چھپ گیا تو حضرت سیماں نے کارکنان قضا قدر سے کہا کہ پھر لاؤ سورج کو تاکہ عصر کا وقت واپس آجائے اور میں نماز ادا کر لوں، چنانچہ سورج پلٹ آیا اور انہوں نے نماز پڑھ لی لیکن یہ تفسیر اور پردہ والی تفسیر سے بھی زیادہ ناقابل قبول ہے۔ اس لیے نہیں کہ اللہ تعالیٰ سورج کو واپس لانے پر قادر نہیں ہے بلکہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا قطعاً کوئی ذکر نہیں فرمایا ہے، حالانکہ حضرت سیماں کے لیے اتنا بڑا معجزہ صادر ہوا ہوتا تو وہ ضرور قابل ذکر ہونا چاہیے تھا۔ اور اس لیے بھی کہ سورج کا غروب ہو کر پلٹ آنا ایسا غیر معمولی واقعہ ہے کہ اگر وہ درحقیقت پیش آیا ہوتا تو دنیا کی تاریخ اس کے ذکر سے ہرگز خالی نہ رہتی۔ اس تفسیر کی تائید میں یہ حضرات بعض احادیث بھی پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سورج کا غروب ہو کر دوبارہ پلٹ آنا ایک ہی دفعہ کا واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ کئی دفعہ پیش آیا ہے۔ فقہ معراج میں نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لیے سورج کے واپس لانے جانے کا

ذکر ہے۔ غزوہ خندق کے موقع پر بھی حضور کے لیے وہ واپس لایا گیا۔ اور حضرت علیؓ کے لیے بھی، جب کہ حضور ان کی گود میں سر رکھے سو رہے تھے اور ان کی نماز عصر قضا ہوگئی تھی، حضور نے سورج کی واپسی کی دعا فرمائی تھی اور وہ پلٹ آیا تھا۔ لیکن ان روایات سے استدلال اس تفسیر سے بھی زیادہ کمزور ہے جس کی تائید کے لیے انہیں پیش کیا گیا ہے۔ حضرت علیؓ کے متعلق جو روایت بیان کی جاتی ہے اس کے تمام طرق اور رجال پر تفصیلی بحث کر کے ابن ریمہ نے اسے موضوع ثابت کیا ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور ابن جوزی کہتے ہیں کہ وہ بلا شک و شبہ موضوع ہے۔ غزوہ خندق کے موقع پر سورج کی واپسی والی روایت بھی بعض محدثین کے نزدیک ضعیف اور بعض کے نزدیک موضوع ہے۔ یہی قصہ معراج والی روایت، تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ سے شب معراج کے حالات بیان فرما رہے تھے تو کفار نے آپ سے ثبوت طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بیت المقدس کے رستے میں فلاں مقام پر ایک قافلہ ملا تھا جس کے ساتھ فلاں واقعہ پیش آیا تھا۔ کفار نے پوچھا وہ قافلہ کس روز مکہ پہنچے گا۔ آپ نے فرمایا فلاں روز۔ جب وہ دن آیا تو قریش کے لوگ دن بھر قافلہ کا انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ شام ہونے کو آگئی۔ اس موقع پر حضور نے دعا کی کہ دن اس وقت تک مغرب نہ ہو جب تک قافلہ نہ آجائے چنانچہ فی الواقع سورج ڈوبنے سے پہلے وہ پہنچ گیا۔ اس واقعہ کو بعض راویوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ اس روز دن میں ایک گھنٹہ کا اضافہ کر دیا گیا اور سورج اتنی دیر تک کھڑا رہا۔ سوال یہ ہے کہ اس قسم کی روایات کیا اتنے بڑے غیر معمولی واقعہ کے ثبوت میں کافی شہادت ہیں؟ جیسا کہ ہم پہلے کہ چکے ہیں، سورج کا پلٹ آنا، یا گھنٹہ بھر کا رہنا کوئی معمولی واقعہ تو نہیں ہے ایسا واقعہ اگر فی الواقع پیش

آگیا ہوتا تو دنیا بھر میں اس کی دھوم مچ گئی ہوتی۔ بعض اخبار احاد تک اس کا ذکر کیسے محدود رہ سکتا تھا؟ (تفہیم القرآن ص ۳۳۳ ج ۲) تحت آیت حتی تارت بالیجیہ کو **التیلا**۔ مودودی ہمارے دہ میں خوارج و معتزلہ کا نمائندہ تھا اس کی تصانیف شاہد ہیں کہ اس نے صرف اور صرف وہابیت کی ترجمانی پر زور لگایا اسلاف صالحین کو یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک تنقید کا نشانہ بنایا۔ اپنی من مانی منوانا اپنے خلاف ہر تحقیق کو ضعیف اور بیکار سمجھتا۔ ہر گھاٹ کا پانی پیتا تاجرت وہابیت کی تائید میں جس طرح بن پڑتا زور لگاتا خواہ اس کی تائید میں صحابہ اور راویوں کو ضعیف قرار دینے میں کوئی پاک نہ سمجھتا اسی لیے فضلائے دیوبند خود گستاخ ہو چکے باوجود مودودی کو گستاخ اور بے ادب ثابت کر کے کاڑھا۔

تبصرہ ادبی غفرلہ ۱۱ مودودی کا عذر کہ اتنا بڑا واقعہ اگر ہوتا تو تاریخ میں مذکور ہوتا یہ وہی عذر تنگ ہے جو چاند کے دو ٹکڑے ہونے کے منکرین نے کیا جس کا رد خود مودودی نے تفہیم القرآن اور سیرت دو عالم میں لکھا دیکھئے: تفصیل فقیر کی تصنیف تحقیق شق القرآن نیز مذکور نہ ہونا وجود کی نفی نہیں کرتا یہ اصول فقہ و حدیث مسلم قاعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے فرمایا

لہدیکن شیئاً مذکوراً (دہر پے m) انسان مذکور نہ تھا۔ مفسرین فراتے ہیں انسان (روحانیت) میں موجود تھا اس معنی پر اس کا عدم ذکر عدم وجود کی دلیل نہیں۔

(۲۱) ابن تیمیہ کے متعلق تفصیل آتی ہے تمام محدثین متفق ہیں یہ دونوں احادیث کو موضوع و ضعیف کہنے میں غلبت باز ہے لہذا اس کا قول غیر معتبر ہے بالخصوص معجزہ راحشس کی روایت میں خصوصیت سے اس کی محدثین نے

خوب خبر لے ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا قول بھی باصول حدیث ناقابل قبول ہے۔ اصول کا قاعدہ مسلم ہے کہ ایک محدث کا کسی حدیث کو بے اصل کہنا وہ حدیث بے اصل نہیں ہو جاتی اس لیے کہ ممکن ہے کہ اس محدث کو وہ حدیث نہ پہنچی ہو یا وہ اس حدیث کو بے اصل اپنی شرائط پر کہتا ہو کیونکہ ہر محدث کا اخذ حدیث کی اپنی شرائط ہوتی ہیں مثلاً امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ادریس قرنی رضی اللہ عنہ کے سرے سے وجود کے قائل نہیں۔ اس کا جواب امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے وہی لکھا ہے جو فقیر نے عرض کیا اس قاعدہ پر ہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول تسلیم نہیں کریں گے تو ایسے ہی امام رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہاں سمجھئے (امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات کی مزید تفصیل فقیر کی کتاب "ذکر ادریس" میں دیکھئے۔

(۳) واقعہ معراج والی حدیث جس شمس کا انکار بھی مودودی کی جہالت کی زندہ مثال ہے کہتا ہے کہ ایسا واقعہ ہوتا تو عوام میں دھوم مچ جاتی۔ اور اخبار احاد میں اس کا ذکر ہوتا۔ جہاں اس جاہل کو کون سمجھائے کہ اخبار احاد میں اس کا ذکر ہے ہاں دھوم نہ مچی تو اس کا جواب وہی ہے۔ جو شق القرآن کا ہے۔

عباسی بولتا ہے اہل علم کو معلوم ہے کہ یہ عباسی دیوبندیوں کا تنگ ہے جس سے خود علمائے دیوبند تنگ ہیں اس نے زندگی اس تصور میں تباہ کی کہ اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے ہر فرد کی جی بھر کر توہین و گستاخی کرے۔ ہمارے دور میں یہ فتنہ اسی کا کھڑا کیا ہوا ہے کہ سیدنا امام حسین با عی (معاذ اللہ) ہیں اور امام برحق یزید پلید ہے۔ اور وہ قطعی جنتی ہے اور اہل بیت یہاں تک کہ حسنین کریمین کے علاوہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام رضی اللہ عنہم وغیرہم واللہ اعلم وغیرہ اگر وہ ردائشس کا معجزہ نہیں مانتا تو وہ مجبور ہے اس لئے کہ اس کے اکثر راوی اہل بیت کرام کے افراد ہیں اسی لیے وہ

ان پر اعتراضات اٹھاتے ہیں۔ فقیر ان کے اعتراضات کے جوابات لکھتا ہے۔

(سوال) محمد عباسی نے کہا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں اس حدیث کی تصحیح فرائی ہے۔ اور حضرت اسماعیل اپنے استاد ابو طاہر کریمی کے واسطے سے مکمل اسانید کا ذکر فرمایا ہے (کا مرآۃ) نے اپنے شیخ سے سماعت کر کے اسے باور کر لیا۔ ورنہ ان کے مختلف طرق استناد میں متعدد درودی شیعہ اور ناقابل اعتبار ہیں۔ مثلاً فضیل بن مرزوق جس کو امام ذہبی میزان الاعتدال میں کان معروفہ بالتشیع لکھتے ہیں۔ کہ وہ مشہور شیعہ تھا۔

(جواب) لفظ شیعہ سے عباسی اور اس جیسے دھوکہ باز دھوکہ دیتے ہیں۔ اس لیے کہ دور سابق کی اصطلاح میں لفظ شیعہ اہل سنت کے ان افراد پر بولا جاتا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرفدار تھے۔

(جواب) عباسی نے میزان کی عبارت نقل کرنے میں صریح خیانت اور بددیانتی کا بھیانک مظاہرہ کیا ہے اور اگر یہ الفاظ ان کے کسی معتقد پر شاق ہوں تو، تا تو ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ جرح کر کے انہوں نے اصول حدیث میں اپنی کم مائیگی اور لاعلمی کا اعلیٰ شاہکار پیش کیا ہے عباسی اور ان کے حواریوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ علامہ ذہبی کی نقل کردہ اصل عبارت یوں ہے۔

معہ یہ عباسی وہی ہے جو خوارج و نواصب کے مذہب کو زندہ کرنے کے درپے رہا جس نے امام حسین کو باغی اور یزید کو امام برحق ثابت کرنے پر زندگی برباد کی اپنی تمام تصانیف میں اہل بیت کی دشمنی میں ہزاروں اوراق سیاہ کئے اس کی ترویج میں نہ صرف علمائے اہل سنت بلکہ دیوبند کے مہتمم قاری طیب نے بھی کتابیں لکھیں۔ اولیٰ غفرلہ

وثقہ ابن عیینہ وابن معین۔۔۔۔۔ قلت وکان معروفاً بالتشیع من غیر سب۔ یعنی امام ابن عیینہ اور ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ بغیر سب کے معروفہ بالتشیع

امام ذہبی کی گواہی علامہ ذہبی جو کہ اس فن تنقید کے مسلم امام ہیں انہوں نے من غیر سب کی قید لگا کر واضح فرما دیا ہے کہ وہ ایسا شدید نہیں تھا جو صحابہ کرام کو گالی دینے والا ہو اس کی روایت معتبر ہے

انتباہ دور سابق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرفدار کو شیعہ کہا جاتا اسی لیے شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ نے تحفۃ اثنا عشریہ میں فرمایا کہ سب سے پہلے شیعیان علی ہم (سنی) ہیں۔ اسی لفظی ملا بہت سے مخفی دھوکہ دے کر امام عبد الرزاق وغیرہ کو شیعہ کہہ دیتے ہیں۔

(۵) عبد اللہ بن موسیٰ بن ابوالمختار العسبی الکوفی ابو محمد ثقة کان من التاسعة۔ (کشف الاستار ص ۱۳) عبد اللہ بن ابوالمختار العسبی الکوفی ابو محمد ثقة ہیں تاسع سے شمار ہوتے ہیں۔ ایضاً۔ ثقة۔ صدوق۔ حسن الحدیث (کتاب الجرح والتعديل ص ۲۳ و ص ۳۵)

نیز فرمایا کہ وہ ثقة صدوق حسن الحدیث ہیں۔

(۶) ابوامیہ۔ الشعبانی الدمشقی اسمہ محمد مقبول من الثانیہ (تقریب) ابوامیہ الشعبانی الدمشقی ان کا نام محمد ہے مقبول ہیں ثانیہ سے ہیں۔

ذکوہ ابن جہان فی المناقب۔ ابن جہان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے (تہذیب التہذیب ۱۵۰۱۲)

فائدہ بحمد اللہ تعالیٰ مشکل الآثار کی حدیث روشنی کی پہلی روایت پر تفصیل سے ایک ایک راوی کے متعلق اسمائے رجال کی کتب معتدہ سے توثیق ہو چکی اور ثابت ہو گیا کہ اس حدیث پاک کے روایت میں سے کوئی راوی بھی ضعیف یا مجروح نہیں۔

دوسری حدیث طحاوی کی | صرف اتنا للہجۃ فقیر اس دوسری سند کے راویوں کے متعلق تفصیل | عرض کر رہا ہے ورنہ امام طحاوی کے راوی اور ضعیف یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جب کہ امام طحاوی کا پلہ امام بخاری سے بھی کچھ کم نہیں۔

۱۱۱ اسما بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا صحابیہ معروفہ ہیں و قدر اور الصحابة کلہم عدول۔ صحابیہ ہیں اور صحابہ کل عادل ثمر ہیں (۱۲) ام جعفر انہی کو ام عون بھی کہتے ہیں۔ ام عون بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب الهاشمیہ۔ ویقال ام جعفر زوجہ محمد بن الحنفیہ و ام ابنہ عون۔ روت عن جدتها اسماء بنت عمیس وعنہا ابنہا عون۔ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۴۴۷ ایضاً ص ۳۹۹ فی ذکر اسماء بنت عمیس وقد مر انفاً ام جعفر مقبولة من الثالثة۔ تقریب فی الکنی ص ۲۶۵

عہ ام عون ہاشمیہ انہیں ام جعفر کہا جاتا محمد بن حنفیہ کی زوجہ اور عون کی ماں ہیں۔ اپنی جدہ بنت عمیس سے روایت کی اور ان سے ان کے بیٹے عون نے روایت کی اور ام جعفر مقبول ہیں اور ثانیہ سے ہیں۔

(۳۱) عون بن محمد بن علی بن ابی طالب۔ ام جعفر میں گذر چکا ہے کہ عون بن محمد نے اپنی والدہ ام عون سے روایت کی۔ یعنی ان کا سماع ثابت ہے۔

(۳۲) محمد بن موسیٰ بن عون بن محمد الفطری قال الطحاوی محمود فی الروایۃ وفی التقریب صدوق من السابعة بالتشیع تقریب ۱۹۶۔

محمد بن موسیٰ کے متعلق طحاوی نے فرمایا کہ محمود فی الروایت سے اور تقریب کشف مثا میں ہے کہ وہ صدوق اور تشیع سے منسوب اور سابقہ میں روی عن عون بن محمد الحنفیہ و روی عنہ وابن ابی فدیلیک۔

صدوق صالح الحدیث (کتاب الجرح والتعدیل ۱۰۴-۸۲) محمد بن موسیٰ نے عون سے روایت کی اور اس سے ابن فدیلیک نے روایت کی وہ صدوق اور صالح الحدیث ہیں۔ قال الترمذی ثقة وقال الطحاوی محمود فی روایتہم و ذکر ابن حبان فی الثقات وفی موضع اخر مقبول الروایۃ قال ابن شاہین فی الثقات قال احمد بن صالح محمد بن موسیٰ الفطری شیخ ثقة من الفطریین۔۔۔۔۔ الفطری هو المعروف (تہذیب ص ۲۸۵)

ام ترمذی نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہیں اور طحاوی نے فرمایا کہ وہ محمود فی الروایت ابن حبان نے انہیں ثقات میں لکھا ہے دوسری جگہ انہیں مقبول الروایت فرمایا۔ ابن شاہین نے ثقات میں لکھا احمد بن صالح نے فرمایا کہ محمد بن موسیٰ فطری شیخ ثقہ ہیں۔ ایضاً۔ روی عن عون بن محمد۔۔۔۔۔ (۱-۱۰۱) تاریخ اکبیر (۲۳۷)

نیز انہوں نے عون بن محمد سے روایت کی ہے۔

(۵) محمد بن اسماعیل بن مسلم بن ابی فدیلیک ذکرہ ابن حبان فی الثقات قال النسائی لیس بہ باس قال ابن معین ثقة۔ قال البخاری

ہر مہر میں عظمیٰ کے جھانکنا، غیر جاننا پر محبت جو کہ سب سے اصل راوی میں حرکت ہوتی ہے یہاں تک کہ ایسی ہیج ثابت جو روایت کو باطل کرنے میں ہر

(شرح شفا فی مرتبہ ۵۹ ج ۱)

اس بحث کو خیر نے عملاً طویل کیا ہے تاکہ سنی غلط جو جائے جبکہ کمالات
 امتیاز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دہشت میں خواجہ زمانہ کہ اٹھتے ہیں کہ
 اس کا تعلق الہی شیعہ قدری ہے جو حقیر تو سنی کہہ سکے کہ اگر ایسا راوی کمالات
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں تا غایت قبول ہے تو پھر تمام صلح سنی کی روایات کو بھی
 تسلیم نہ کرے۔

نمود میانی یک ادا حسن انشا الهی ملاحظه فرمایید۔

سوال | مستحق غزوہ اور غارت کے ایک قبیلہ رحبت نے جس کو جلی جنوں کے ساتھ حدود طران دولت سے اس ہجرت سے میں کیا ہے کہ غلہ کی پساؤ کا ڈیرہ مقرر کیا ہے جنوں ہے۔

آفتاب کے غروب پر جانے کے بعد اسی کے روتا ہونے کا سحر

چاہتے ہیں کہ حضرت علی کی تلا حضرت ہر گئی تھی اس حضرت علیؑ قذ علیہ وسلم نے
 دہائی آفتاب غروب ہو جانے کیا اور لوٹ آیا کہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ روایت
 میں نے درجہ متروک میں اپنے استاد شیخ ابوالیمین الحسن الکردی سے ۱۴۲۲ھ میں روایت
 کی تھی پھر اپنے شیخ سے ایک مکتوبہ لایا کہ امام باقر عارف کہلاتے ہوئے حضرت علی
 کی ذریعہ عزرا اسما رحمت عیسٰی علیہ السلام رحمت عیسٰی زور علی ہیں انہوں نے اپنی
 یاتی ظاہریت الحسین سے روایت بیان کی اور ظاہر نے اپنے عجیبے بھلا عبد اللہ
 بن حسن اور ابوالیمین بن حسن سے احادیث حضرات نے دوسروں سے نفس مضیق کی
 عزایت سے قطع نظر شاہ صاحب اگر پہلی اور دوسری راویہ خواہیں گے سن وفات و

من ولادت ہی کو پیش نظر رکھتے تو بآسانی معلوم ہو جاتا کہ یہ دونوں ہم زمانہ نہیں تھیں یعنی پہلی راویہ اسامہ کی وفات ۴۰ھ میں ہو گئی تھی (خلاصہ تہذیب ص ۴۸) ان کے مرنے کے دس گیارہ سال بعد ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں دوسری راویہ خاتون خاظمہ بنت الحارث عالم وجود میں آئیں۔ تو جس دوسری راویہ کی ولادت ہی پہلی راویہ کے مرنے سے دس برس بعد ہوئی ہو۔ اس کا نام سلسلہ روایان میں لینا ظاہر ہے کہ محض لغو اور جمل ہے شاہ صاحب نے اپنے فیخ سے سماعت کر کے اسے باور کر لیا۔ ورنہ ان کے مختلف طرق اسناد میں متعدد راوی شیعہ اور ناقابل اعتبار ہیں۔ مثلاً نفیصل بن مرفوق جس کو امام ذہبی میزان الاعتدال میں کان معروفا بالتشیع کہتے ہیں یہ ہیں وہ تحقیق کے جواہر پارے جو عمود احمد صاحب عباسی نے تحقیق مزید ۹۲-۹۳ میں بڑے فخر و غرور سے شاہ صاحب کا اسہن کرتے ہوئے پیش کیے ہیں۔

الجواب | فاطمہ بنت الحسین کے متعلق نورالابصار میں ہے۔

توفیت رضی اللہ عنہا سنۃ عشر و مائۃ
 کذا فی کتب التواریخ یعنی فاطمہ مذکورہ کاس وفات کتب تواریخ
 میں ۱۱۰ھ مذکور ہے اور تہذیب التہذیب ۱۲۶ ص ۴۴۳ پر فاطمہ زہرا
 کے ترجمہ میں مذکور ہے۔

ماتت و قلا قاریت التسعین و وقع ذکرها فی البخاری فی الجنائز۔ یعنی فاطمہ کی عمر وصال کے وقت ۹۰ کے قریب تھی اور اس کا ذکر امام بخاری کتاب الجنائز میں بھی لائے ہیں۔

ان ہر دو عیاروں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ فاطمہ کی عمر جب ۹۰ کے قریب تھی تسلیم

کرنی پڑے گی۔ تو یہ کہنا کہ ان کی ولادت ۵۰-۵۱ھ میں ہوئی غلط اور باطل ٹھہرے۔
اور تقریب میں ہے ماتمت بعد المائتہ و قدر امنت ص ۲۹۷
سن ۱۰۰ھ کے بعد ان کا انتقال ہوا اور تحقیق عمر رسیدہ تھیں یہ قول بھی ۵۰ھ ان کی
ولادت کے ادعا کو باطل ٹھہراتا ہے۔

اسی طرح الاعلام للزرکلی میں آپ کا سن وصال ۱۱۰ھ مذکور ہے۔
دوسرے قول تتبع و تلاحش سے یہ ملتا ہے کہ آپ کا وصال ۱۱۷ھ میں ہوا چنانچہ خلاصہ
تدریب الکمال میں ان کے ترجمہ کے تحت فرمایا بقیت الی بعد مستند عثمانی
مائتہ۔ یہ بی بی ۱۱۷ھ کے بعد تک زندہ تھیں۔
منتہی الامال فی تواریخ البنی والال للقمی میں ہے۔ در سال یک صد و ہفتم در
مدینہ وفات یافت (ص ۲۲۵) ۱۱۷ھ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔

نورائیدہ انجمن سپاہِ صحبہ اور دشمن

”سپاہ صحابہ“ کے ترجمان ماہنامہ ”خلافت راشدہ“ فیصل آباد نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر معجزہ مبارکہ رذشس کو شیعہ عقائد باطلہ سے منسوب کر کے
بدیں عنوان اسکا انکار کیا ہے کہ
”کیا حضرت علی کے لئے سورج لوٹا تھا“

جواب: معجزہ رذشس سے نہ اس عنوان کی مناسبت ہے اور نہ ہی شیعہ عقائد
باطلہ سے اسکا کوئی تعلق ہے۔ یہ محض ”سپاہ صحابہ“ اور اس کے ترجمان کی شرارت و
حماقت ہے جس نے ایسا تاثر دینے کی کوشش کی ہے کیونکہ فی الحقیقت حضرت
علی کے لئے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور دعا پر آپ کے لئے سورج
لوٹایا گیا تھا اگرچہ اسکا سبب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عصر کی نماز قضا ہو جانا تھا
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے اسی حقیقت کو بدیں الفاظ بیان کیا
ہے کہ۔

تیری مرضی پا گیا سورج پھر لٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی ماہ کا کلیجہ چر گیا

اور جلیل القدر محدثین و اکابر علماء امت نے بھی اس واقعہ کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں شمار کیا ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات
میں نقل نہیں کیا۔

۱۔ اسکا دوسرا نام ہے ”خون خرابہ“ ملاحظہ ہو فقیر کا رسالہ ”انجمن خون خرابہ“ اولیٰ مغفلہ
۲۔ دورانِ نظر ثانی یہ رسالہ سنی دنیا تو اس کی مختصر تردید سنی تھری ہے اس کی
تفصیل محترم علماء کسی صاحب نے فرمائی ہے اولیٰ مغفلہ

(سوال ۴۴) انجمن کا افسر اور بہتان نہیں بلکہ احناف کے محقق و محدث ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ امام احمد فرماتے ہیں۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے یہ جھوٹ ہے کہ حضرت علی کے لیے سورج لوٹا یا گیا

(رسالہ خلافت راشدہ اکتوبر نومبر ۱۹۹۳ء صفحہ ۱۲)

(جواب) ہر شہر مذہب کی عادت ہے کہ اپنے مقصد کی بات لکھ دی لیکن بیان و بیان کو چھوڑ دیا یہاں بھی یہ ہوا حالانکہ شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے بڑے عقائد و محدثانہ انداز میں اس معجزہ کی تائید و توثیق کی ہے کہ رد شمس کی روایت کو اگرچہ امام احمد نے لا حاصل کہا ہے اور علامہ ابن جوزی نے انکی پیروی کی ہے لیکن امام طحاوی و صاحب شفا قاضی عیاض نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے اور محدث ابن مندہ ابن شامہ ابن شامہ اور امام طبرانی نے کثیر اور اوسط میں اسناد حسن کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے۔ اور تفصیل ہماری کتب سیرت میں ہے۔ علامہ ابن ملا علی قاری نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ جن حضرات نے نفی کی ہے انہوں نے بائیں علی سورج لوٹنے کی نفی کی ہے اور جن جلیل القدر محدثین نے اسے ثابت رکھا ہے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سورج لوٹنے کی روایت کو ثابت رکھا ہے جن کی تفصیل کتب سیرت میں ہے۔ (موضوعات کبیرہ ص ۲۳۷-۲۴۰)

حضرت ملا علی قاری نے کسی نفیس تحقیق و تطبیق فرما کر جلیل القدر محدثین کے حوالہ سے معجزہ رد شمس کا اثبات کیا ہے اور تفصیل کے لیے کتب سیرت کے مطالعہ کا اشارہ فرمایا ہے اور پھر خود بھی شرح شفا قاضی عیاض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج لوٹانے کو پوری تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس پر شہادت کا انا لکھ گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(شرح شفا۔ ملا علی قاری)

فقیر نے محدثین کی تصریحات کے باب میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری کی عبارات نقل کی ہیں۔ اصل عبارات کو دیکھ کر اہل علم انصاف فرمائیں کہ اس فوائد پر جامعہ نے اکابر کی طرح بددیانتی کر کے معتزلہ فرقہ اور ابن تیمیہ کے غلط عقائد کو کس طرح زندہ کرنے کی سعی لا حاصل کی ہے۔

ہر مذہب کی عادت ہے کہ انکے غلط نظریے کے خلاف ان کا اپنا لطیفہ کوئی معتزلہ بھی پورے قواسمے بھی اپنی زبان و رازی کا نشانہ بناتے ہیں چنانچہ یہاں بھی ایسا ہوا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے متعلق لکھا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ نے سورج غروب ہونے کے بعد اس کے لوٹ آنے کا واقعہ بھی لکھا ہے۔۔۔۔۔ شاہ صاحب کو اتنا بھی خیال نہیں آیا۔۔۔۔۔ اور شیعوں نے اس روایت کو اس لیے وضع کیا تھا کہ اس پر آگے چل کر ایک عبارت کھڑی کرنا مطلوب تھی۔ معلوم ہوتا ہے شاہ صاحب کو وہ عبارت نظر ہی نہیں آئی۔ (حوالہ مذکورہ طبعاً)

(جواب) پناہ صحابہ کو کیا شعی خبط ہے اور شعی ہوتا ہے انہیں کتنا مہیوت کر رکھا ہے کہ خواجہ جلیل القدر شعی امیر محدثین کے تحقیق کردہ معجزہ نبوی کا انکار کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ کو بھی نشانہ تنقید بنا رہے ہیں جب کہ کہاں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور کہاں یہ مہیوت و مجبوط الحواس منکرین شان رسالت طر کیا پڑی کیا پڑی کا شور ہے

معجزہ رد شمس کو صرف شاہ ولی اللہ نے ہی بیان نہیں کیا بلکہ جلیل القدر فائدہ امیر محدثین اسے بیان فرما رہے ہیں جن میں سے بعض کے اسامہ مبارکہ کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اتنے محدثین کرام کو صحیح غلط اور شیعہ

یعنی دلوں کی تحقیق نہیں تھی اور معاذ اللہ کیا انہوں نے اس عظیم الشان معجزہ کو بیان فرما کر شیعوں کو سب اور شیعہ عمارت کو تقویت پہنچائی ہے۔ نہیں ہرگز ہرگز نہیں اتنی بڑی تعداد میں ائمہ محدثین کا بیان حق و سچ ہے اور دیوبندی "پہا صحابہ" داس کا ترجمان جھوٹا ہے۔ جاہل اور ثمان رسالت کا منکر ہے۔

عذر ہو شیہار لے مرد مومن ہو شیہار

انکشاف رائے اہل انصاف | حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں آپ کے کمالات کے منکر مشرکین کفار اور یہود و نصاریٰ تھے معجزات آنکھوں سے دیکھ کر کہتے تھے۔ "ہذا سحر مستحسن" یہ ہلاد ہے۔ اس کے برعکس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ تھا کہ معجزات و کمالات کو دیکھنا تو درکنار صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے سن کر کہہ اٹھتے۔ آمنا و صبیحنا۔ گویا ان کا مذہب ہے۔

ع - عا خفا نرا بدلیل چہ کار

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے کمالات کے منکرین خوارج معتزلہ اور دیگر بد مذہب جو بھی آپ کے کمالات و معجزات کی روایات پڑھتے تو وہی جیلے بہانے بناتے جو حضور علیہ وآلہ وسلم کے ہم عصر دشمنوں کے تھے۔ انکی سرکوبی اہلسنت کے ائمہ کرام نے کی جنکے متعلق کتب اصناف گراہ ہیں۔

آج ہمارے دور میں سودودی اور ویابی دیوبندی انہی خوارج و معتزلہ و دیگر بد مذہب کی بولی بولتے ہیں اسی لیے ہم اپنے اسلاف کی نقش قدم پر چل کر وہی کہتے ہیں جو صحابہ کرام سے لیکر تاحال کے اہل حق نے کہا۔ اب اہل انصاف کو دعوت فکر ہے کہ آپ حضرات کو کسی بولی بولتے ہیں۔ صدیقین والی یا زندقین والی۔ اختیار بدست مختار۔

عقلی ڈھکوسلے، عشق دلوں نے تو سفتے ہی تسلیم کر لیا لیکن عقل کے بندوں نے کئی طرح کے عقلی گھوڑے دوڑائے جنہیں ہمارے اسلاف نے ان سب کو ایسا لنگڑا بنا کے چھوڑا کہ پھر آگے بڑھنے کی ہمت ہار بیٹھے ان سب کو فتنے تحقیق شق القبر میں لکھ دیا۔ یہاں صرف ایک اعتراض پر اکتفا کر کے بحث کو آگے بڑھا تا ہوں سوال: سبط ابن الجوزی کے کلام میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ سورج کا رگنا یا لوٹنا ناممکن ہے اس لیے کہ اگر یہ اپنے پیر و گرام کے خلاف کرے یا ٹوٹا جائے تو انلاک درہم برہم ہو جائیں گے اور نظام فاسد ہو جائیگا۔

جواب: سورج کا جس درجہ معجزات سے ہے اور معجزات پر قیاس کرنا گمراہی ہے۔ کیونکہ معجزہ خرق عادات کا نام ہے۔

(روح البیان ص ۲۲)

حضرت امام محمد اسماعیل حتی خفی صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا کہ دعوتش گرفتہ گریبان آفتاب
بالا کشیدہ از چہ مغرب بر آسمان

ترجمہ: آپ کی دعوت نے آفتاب کا گریبان پکڑا اور اسے مغرب سے آسمان پر واپس لوٹا کے کھڑ کر دیا۔

کہ قرص بدر را بسر کرد خوان چرخ
دستش نیم کردہ بیک ضربت نہال

ترجمہ: ایسے ہی چاند کے قرص کو چرخ یعنی منزل پر کو مکمل کر چکا تو ایک ہی انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے کر ڈالے۔

منکرین کمالات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالخصوص

اصول حدیث | سودودی جیسے ٹیڈی مجتہدین (پروفیسر و کلاؤڈا کٹر)

قسم کے لوگ درس نظامی پڑھے بغیر اپنے مطالعہ کے بل بوتے پر قرآن و حدیث کی ترجمانی کے دعویدار بن کر ہزاروں ٹکڑیں کھاتے ہیں اس لیے کہ انکا مطالعہ اصول و ضابطہ کا پابند نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے انکا ہر جہد اپنی مانتا ہے یا پھر معتدین کے اصول سے جو انکے من بھاتا اصل و قاعدہ اور حوالہ نظر پاتا ہے تو اسی پر اپنے مذہب جدید کی دیوار استوار کرتا ہے جیسے رد الشمس کے معجزہ کے منکرین کے دلائل کو ناظرین نے ملاحظہ فرمایا۔ فقیر ذیل میں چند قواعد و اصول حدیث لکھتا ہے اس سے اندازہ لگائیں کہ رد الشمس کا معجزہ کتنا مضبوط اصول سے حاصل ہے۔

۱۔ احادیث میں سب سے گرا ہوا مرتبہ موضوع حدیث کا ہے اس کے باوجود منکرین کمالات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرکزی امام فی الہند مولوی اسماعیل دہلوی صاحب توتیرہ الایمان نے اصول فقہ مطبوعہ پنجابی دہلی مع حاشیہ ص ۱۸ میں لکھا کہ

والموضوع لا یثبت	موضوع حدیث سے احکام شرعیہ ثابت
شیء من الاحکام	نہیں کئے جاسکتے ہاں فضائل میں یا
نعم قد یوجد فی فضائل	جاسکتا ہے جہاں اسکے علاوہ فضیلت ثابت
ما ثبتت فضله بغیرہ تأییداً وتفصلاً	ہو اسکی تأیید یا تفصیلات پیش کر سکتے ہیں

حدیث رد الشمس موضوع تو درکنار ضعیف بھی نہیں صرف ابن الجوزی فائدہ اور ابن تیمیہ کے کہنے سے کیا بنتا ہے۔ جیکو ان دونوں کو محدثین نے اس قول کے علاوہ ان کی دوسری بیان کردہ موضوعات کو بھی رد دیا ہے۔ اور پھر بشیر محمدین نے اس حدیث رد الشمس کو صحیح کہا ہے علاوہ انہیں صحیح حدیث دوسری صحیح احادیث اور مضامین قرآن مجید سے بھی مؤید ہے۔

قاعدہ | جملہ محدثین کرام کا اتفاق ہے کہ۔

الضعیف یعمل فی الفضائل | حدیث ضعیف فضائل میں معمول بہ
یعنی مقبول ہے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات کے منکر دیکھے تو ہزاروں مسائل میں احادیث ضعیفہ پر عمل کر رہے ہیں لیکن حبیب حضور علیہ السلام کے کمال کی کوئی روایت ہوتی ہے تو اسے خواہ مخواہ موضوع یا کم از کم ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کر کے انکار کرتے ہیں لیکن افسوس کہ وہ انکار کے وقت مذکورہ قاعدہ بھول جاتے ہیں یہ انکی ثوم بخشی کی دلیل ہے۔

قاعدہ | حدیث حسن جب چند طریق سے مروی ہو پہلے سے وہ دوسرا استاد صحیح ہو یا حسن یا ضعیف تو وہ اجتماع جہتین یا جہات کی وجہ سے مرتبہ حسن سے ترقی کر کے مرتبہ صحیح تک پہنچ جاتی ہے۔ شرح اللہ بیاج المذہب میں علامہ سید شریف جرجانی فرماتے ہیں۔

والحسن اذا روى من وجه آخر اتفق ترقى من الحسن الى الصحيح لقوله من اجتماع الجهتين فيحتضل ويستوى احد هما بالآخر۔

حدیث حسن جب دوسری سند سے مروی ہو تو دو جہتوں کے اجتماع کی وجہ سے وہ صحیح ہو جاتی ہے۔ وجہ ایک سند کے دوسری سند کی قوت کے۔

تبصرہ اوّل | پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حدیث رد الشمس بقول امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ادران کے مصدقین ائمہ کبار صحیح متصل ہے لیکن مخالفین کی عادت ہے کہ اس روایت کی کسی دوسری سند کو لے کر جس میں راوی ضعیف ہیں۔ حدیث کی

سند صحیح سے آنکھ چڑا کر عوام کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ حدیث دوسری سند سے صحیح ہو جاتی ہے مثلاً اسی حدیث ردائش میں ہوا کہ یہ روایت صحیح متصل۔ علاوہ ایک سند سے حسن ہے اور دوسرے طرق سے معتضف و نقوی کی وجہ سے صحیح لغیرہ کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہے اور طبرانی کی سند کے رجال رجال صحیحین ہیں۔ نیز ابویہ بن حسن اور فاطمہ بنت علی یہ ہر دو ثقہ ہیں۔ اگر اس حدیث کے بعض طرق کو ضعیف کہا گیا ہے تو دوسرے صحیح اور حسن طرق بھی موجود ہیں۔ اکابر ائمہ حدیث کے اسکو قبول فرمایا ہے اور محضرین کی پر زور تائید اور توثیق کی ہے اور جابین اور منکرین کا رد فرمایا ہے تو طرق متعددہ اور تعلق باقبول کی وجہ سے اسکو درجہ حسن حاصل ہے۔

قاعدہ | اتنی باقبول بھی صحت حدیث کو کافی ہے یعنی جس حدیث کو محدثین و محققین علماء کرام و فقہاء عظام بلا انکار نقل کریں اسکی صحت میں شک کرنا جہالت ہے حدیث ردائش کو ہر زمانہ میں صحیح و معتبر مانا گیا ہے اور پھر اسکے راوی بھی مشہور ہیں ہاں ابن تیمیہ وابن حجرزی کے اس انکار کو نہ ہمارے اسلاف نے مانا نہ ہم ملتے ہیں۔ ہاں خالفین مجبور ہیں کہ انکو انکار پسند ہے اور ہمیں اقرار۔

قاعدہ | الحمد للہ یہ حدیث صحیح اور اسکے راوی ثقہ ہیں منکر کی بیماری لا علاج ہے بالفرض و التقدير یہ حدیث ضعیف بھی ہوتی تب بھی اہل ایمان کو قبول ہے کیونکہ اصول حدیث میں مسلم قانون ہے کہ

باب فضائل میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہے۔ وان كان مفرحاً اور حدیث ضعیف جب طرق متعددہ سے مروی ہو تو مرتبہ حسن لغیرہ کو پہنچ جاتی ہے چنانچہ شیخ

محققین جملہ الحق محدث و طبری قدس سرہ مقدم میں فرماتے ہیں وَالْحَبِيبُ الضَّعِيفُ الَّذِي بَلَغَ بِتَعَدُّدِ الطَّرِيقِ مَرْتَبَةَ الْحَسَنِ لِغَيْرِهِ اَيْضًا جَمْعُهُ وَمَا اشْتَهَرَ أَنَّ الْحَدِيثَ الضَّعِيفَ تَلْتَمِزُ فِي فَضَائِلِ الْأَعْمَالِ لَا فِي غَيْرِهَا الْمُرَادُ مَقَرَّاتُهَا لَا جَمْعُهَا لِأَنَّهُ دَاخِلٌ فِي الْحَسَنِ لَا فِي الضَّعِيفِ صَحَّحَ بِهِ الْأَثْمَانُ اَيْضًا۔ کسی حدیث کے بعض اسانید کے ضعف سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے تمام اسانید ہی ضعیف ہوں ہو سکتا ہے کہ ایک اسناد کے ضعف ہونے کے باوجود دوسرے اسانید کے اعتبار سے حسن صحیح ہو۔ تقریب النوادی میں ہے وَاِذَا مَرَّتْ حَدِيثًا بِاسْنَادٍ ضَعِيفٍ فَلَمْ يَنْقُلْهُ فَقَوْلُهُ هُوَ ضَعِيفٌ بِهَذَا الْاِسْنَادِ وَلَا تَقُلْ ضَعِيفٌ الْمَقْنُ الْمَجْرُوحُ ضَعْفُ ذَلِكَ الْاِسْنَادِ اِلَّا اِنْ يَقُولُ اِمَامٌ اَنَّهُ لَوْ يَرَوْنِي مِنْ وَجْهِ صَحِيحٍ اَوْ اَبَدَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ مَشْنُونٌ ضَعْفُهُ۔ (التقريب مع التدریب ص ۱۹۴) فضائل و کمالات نبوی کے منکرین اندرون خانہ یہودیوں سے متاثر ہیں ہر فضیلت و کمال والی حدیث کو ضعیف و موضوع کہنے کے عادی ہیں تم فقیر کے مذکورہ قواعد یاد کر کے ایمان مضبوط کرو اور مخالفین کو قواعد مذکورہ سنا کر انکے دانت کھٹے کرو۔

آخری گزارش | معجزہ ردائش کی حدیث کو صرف ابن الجوزی وابن تیمیہ نے موضوع کہا یا دور سابق میں حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو بھی اپنے اصول کے تحت۔ لیکن صرف دو چار محدثین کے موضوع کہنے سے حدیث موضوع نہیں بن جاتی۔ اگر یہی قاعدہ قابل قبول ہو تو منکرین حدیث کی پانچوں انگلیاں گھٹی میں والی مثال ثابت ہوگی بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ منکرین حدیث کا گروہ (پرویزی۔ چکرالوی) کو ایسے لوگوں نے تیار کیا کہ کمال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تک محدود رہے اور وہ جملہ روایات کے منکر چونکہ روایت اصولی حدیث کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ کسی حدیث کے متعلق ایک محدث کا فتویٰ ضعیف اس بات کو مستلزم نہیں کہ وہ حدیث سب محدثین کے نزدیک ضعیف ہو۔ بسا اوقات یوں ہوتا ہے کہ ایک محدث ایک حدیث کو ایک منکر کے اعتبار سے ضعیف کہتا ہے پھر وہی محدث اسی حدیث کو دوسری منکر کے اعتبار سے صحیح کہتا ہے۔ کتب احادیث میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

اسی طرح ایک محدث ایک حدیث کو ضعیف یا موضوع کہتا ہے اور دوسرا اسی حدیث کو صحیح کہتا ہے۔ امام دارقطنی صحیح بخاری کی تمام حدیثوں کو صحیح کہتے ہیں مقدمہ فتح الباری (ابن جوزی) نے بہت سی حدیثوں کو موضوع کہا اور امام سیوطی نے ان کا تعاقب کیا۔ تعقیبات سیوطی علی موضوعات ابن جوزی ہے یا مثلاً حدیث "أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَ عَلَى بَابِهَا" کے متعلق بخاری کہتے ہیں "لَيْسَ لَهُ وَجْهٌ صَحِيحٌ" ترمذی کہتے ہیں "مَنْكَرٌ" ابن عیین کہتے ہیں "كَذَابٌ" ابن جوزی نے اسے موضوعات میں ذکر کیا۔ ذہبی اس کا تتبع ہوا ابن حجر کی اور ابن حجر عسقلانی اور امام سیوطی اور حافظ ابوسعید عطائی کہتے ہیں کہ "حسن" ہے اور امام حاکم فرماتے ہیں کہ "صحیح" ہے

(فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۳۰ والدار المنشرہ ص ۵۱۲ ص ۵۲)

اس قاعدہ سے اندازہ لگائیں کہ رد الشمس والی حدیث کے متعلق کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ اصل حدیث تمام محدثین کے نزدیک ضعیف و مردود ہے صرف ابن الجوزی و ابن تیمیہ کی بات مان کر اتنے عظیم معجزہ کا انکار کرنا خود کو دشمنان رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل کرنا ہے یا پھر دوزخ میں داخلہ کا حقوق ہے۔

تائیدی احادیث مبارکہ منکرین کی قسمت ماری ہوتی ہے کہ انہیں اپنے نبی علیہ السلام کے بعض معجزات کا انکار اور آپ کی امت کے اولیاء کرام کی بعض مشہور کرامات کا انکار ہے لیکن جب انہیں دوسرے

پیغمبر ان عظام بالخصوص بنی اسرائیل کے انبیاء و اولیاء کرام کے معجزات و کرامات اسی قسم کے بتائے جائیں تو اقرار اس سے ثابت ہوا کہ یہ لوگ اسرائیل یہودیوں کے گمراہتے ہیں مثلاً یہی معجزہ رد شمس کا کچھ بچہ جانتا ہے لیکن ان قسمت کے ماروں کو انکار ہی انکار لیکن یوشع بن نون علیہ السلام اور ان جیسے اولیاء علیہم السلام کے لیے رد الشمس کا بیان کیا جائے تو تسلیم۔

معجزہ یوشع بن نون علیہ نبینا وعلیہ السلام علیہم الصلوٰۃ والسلام جہاد فرما رہے اور شام کا وقت قریب آگیا ہے تو آپ نے سورج کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ اِنَّا لَمَعُونٌ وَاَنَا لَمَامُوعٌ۔ یعنی تو بھی حکم کا پابند ہے کہ غروب ہو جائے اور میں بھی حکم کا پابند ہوں کہ شام تک جہاد سے فارغ ہو جاؤں۔ پھر آپ نے دعا مانگی فَجَبَسَتْ عَلَيْهِ (بخاری شریف ص ۲۴۰ جلد ۲۔ مسلم شریف ص ۵۵۰ ج ۲ مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۲) (تفاسیر جلالین۔ خازن۔ صاوی۔ ابن کثیر۔ نامی شرح حاشی ص ۹۲ تحت آیت۔ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ۔ پٹ)

فائدہ ۱۔ محدثین کرام نے جس شخص کے تین مہنوم بیان کئے ہیں۔ ۱۔ سورج اپنی جگہ بٹھ گیا تھا۔ ۲۔ سورج آگے جانے کی بجائے پیچھے لوٹ آیا تھا۔ ۳۔ سورج کی رفتار سست ہو گئی تھی اور آپ نے غروب آفتاب سے پہلے مکمل فتح حاصل کر لی تھی۔ ان تینوں میں کوئی بھی مراد ہمارے مقصد کے عین موافق ہے۔

حضرت یوشع بن نون علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ کے لیے دلائل کی ضرورت نہیں محض خاک بھرے لوگوں کے لیے چند تفاسیر کے حوالہ جات حاضر ہیں۔ ۱۔ تفسیر جلالین ص ۹۰ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ۔ کے ماتحت یوں رقمطراز ہیں۔ وَوَقَعَتْ لَهُ الشَّمْسُ سَاعَةً حَتَّىٰ قَرَعَ عَنْ رِقَابِهِمْ۔

حضرت یوشع بن نون کے لیے کچھ وقت سورج روکا گیا حتیٰ کہ آپ لڑائی سے فارغ ہو گئے۔

۲۔ تفسیر خازن ص ۲۴۱، مژورۃ الصدر آیت کریمہ کے ماتحت رقمطراز ہیں۔ ۵۵
اقتباس پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت یوشع بن نون نے جبارہ کے ساتھ لڑائی اور فتح جمعہ کے دن کی آپ لڑائی میں مشغول تھے کہ سورج غروب ہونے لگا صبح چونکہ سپنہر تھی اور سپنہر کوڑنا منع تھا اس لیے آپ نے دعا مانگی یا اللہ سورج کو واپس لوٹا اور سورج سے خطاب کیا کہ تو بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے اور میں بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہوں۔ اور آپ نے سوال کیا تو سورج بھی رُک گیا چاند نے بھی روشنی کی جتنی کہ آپ نے یوم السبت (سپنہر) داخل ہونے سے پہلے عدنان دین سے بدلہ لے لیا۔ اور فتح حاصل کر لی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے سورج لوٹایا اور رد کے رکھا حتیٰ کہ آپ لڑائی سے مکمل فارغ ہو گئے۔

۲۔ آپ نے سورج سے کہا کہ تو بھی مامور ہے اور میں بھی مامور ہوں، یا الہی سورج کو ہم پر روک دے شیخ محی الدین نے کہا قاضی عیاض فرماتے ہیں لوگوں کے اس میں اختلاف کیا کہ سورج لوٹایا گیا یا رد کیا گیا اس کی رفتار سُست ہو گئی بہرہ تمام متوزن مجزہ بی بی میں بھی مضمون تفسیر صادی جلد اول ص ۳۱۱۔ ابن کثیر جلد اول۔

سیدنا سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ روا ہے بھی مشہور ہے اس کے لیے بھی چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں

۱۔ تفسیر خازن ص ۲۴۱ ج ۲ میں ہے۔ رُودُهَا عَلٰی قَطْفَقٍ مَسْحًا بِالْمَرْقِ قَالَهُ عَنَّا قِیَاسُ تَحْتَ یَدِیْهِ رَقْمُ طَرِزِیْنِ۔

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِنَّهُ قَالَ مَعْنَى رُودُهَا عَلٰی يَقُولُ بِأَمْرِ اللَّهِ تَعَالَى لِلْمَلَائِكَةِ الْمُوَكَّلِينَ بِالشَّمْسِ

رُودُهَا عَلٰی فَسُدُّوْهَا عَلَيْهِ فَصَلَّى الْعَصَى فِي وَقْتِهَا۔ ومعنا انزل حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رُودُهَا عَلٰی کا معنی یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملائکہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے واپس آؤ۔ سورج واپس عصر کے مقام پر لایا گیا اور آپ نے نماز عصر اپنے وقت میں ادا کی۔

۲۔ تفسیر مدارک ص ۳۹ ج ۲ میں ہے (رُودُهَا عَلٰی) ای قَالَ لِلْمَلَائِكَةِ رُودُ الشَّمْسِ عَلٰی لِأَصْلَى الْعَصَى فَرَدَّتِ الشَّمْسُ لَهَا وَصَلَّى الْعَصَى۔

آپ نے ملائکہ کو فرمایا کہ سورج کو واپس لے آؤ تاکہ میں نماز عصر ادا کر سکوں تو آپ کے لیے سورج لوٹایا گیا اور آپ نے نماز عصر ادا کی۔

۳۔ تفسیر صادی ص ۳۳۵ ج ۲ میں ہے۔ وَقِيلَ الضَّمِيرُ فِي قَوْلِهِمْ سُدُّوْهَا عَائِدٌ عَلَى الشَّمْسِ وَالْخَطَابُ لِلْمَلَائِكَةِ الْمُوَكَّلِينَ بِهَا فَرَدُّوْهَا فَصَلَّى الْعَصَى فِي وَقْتِهَا۔

قائدہ علامتہ مفسرین نے کہا ہے کہ ہا ضمیر سورج کی طرف لوٹتی ہے اور اس میں خطاب ملائکہ موکلین کے ساتھ پس لوٹایا انہوں نے سورج کو پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے وقت میں نماز ادا کی۔ وقت پر نماز ادا کی۔ اسی طرح مفسرین نے متعدد منادات سے اس مضمون کو بیان فرمایا جسے مودودی نے اپنی افتاد طبع پر لکھ دیا کہ یہ واقعہ بھی صحیح نہیں۔

سورج لوٹنے کی تعداد اور پلٹنے سے مراد یہ ہے کہ سورج سیر و حرکت سے باز آ جاتے یا آہستہ حرکت کرے یا پیچھے لوٹ آئے اور رد شمس کا معنی ہے غروب اور غیب و بربت کے معنی پیچھے واپس آ جاتے اسکے مندرجہ ذیل مواقع ہیں۔

۱۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے ایک ضعیف روایت میں ہے کہ

- ۲۔ حضرت سلمان علیہ السلام کے لیے جیسا کہ اوپر گزرا۔
- ۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ یعنی یوشع بن نون کے لیے سورج کا ٹھہر جانا اس کا واقعہ یہ ہے کہ یوشع بن نون جبارہ کے ساتھ جہاد کے لیے بنی اسرائیل کو لیکر چلے وہ جمعہ کا دن تھا۔ آپ جبارہ کے شہر کو فتح کرنے کو قریب تھے کہ سورج ڈوبنے لگا۔ آپ نے اس کو فرمایا۔
- ایٹھا الشمس انک ما موق و انا ما مورا۔
- اے سورج تو اور میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مامور ہیں۔
- بحرمتی عیلت الا امدت ای ملکک ساعۃ من النہاس۔
- میری عزت و احترام کے طفیل جو تجھے معلوم ہے تھوڑی دیر ٹھہر جا۔
- ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ اسے ٹھہر دے اللہ تعالیٰ نے اسے ٹھہرا دیا یہاں تک کہ آپ کے وہ شہر فتح کر لیا۔
- قائد ۱۔ اس کے ٹھہرنے کی دعا اس لیے کی کہ آنے والی رات ان ہینوں میں سے تھی میں جنگ کرنا ان کے نزدیک حرام تھا۔
- ۴۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بھی سورج لوٹ آیا جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی۔ ابھی اس کا قصہ گزرا ہے۔
- ۵۔ قریش کے قافلے کی خبر لوہا کرنے کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے سورج چلنے سے رک گیا۔ وہ واقعہ معراج کے واقعات میں مشہور ہے وہ یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے فرمایا کہ تمہارا قافلہ فلاں فلاں وقت میں آجائے گا۔ جب وہ وقت آیا تو قریش جمع ہو گئے اور قافلہ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے اور سورج دوپہر کو ڈھلنے لگا یہاں تک کہ ڈوبنے کے قریب تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا مانگی کہ سورج ٹھہر جا وہ ٹھہر رہا یہاں تک کہ وہ قافلہ غروب سے پہلے آگیا۔

۶۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قریش کو فرمایا کہ طلوع شمس سے قافلہ پہلے آئے گا اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے سورج کو طلوع سے روک لیا یہاں تک کہ قافلہ آگیا۔ (شفا وخرائین)

اس حدیث کو بطرانی نے معجم اوسط میں سند حسن حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ مواہب اللدنیہ اور امام بیہقی نے اسماعیل بن عبد الرحمن سے بطریق ارسال نقل کیا ہے۔ (خصائص کبریٰ)

۷۔ خندق کے دنوں بھی سورج کو روک لیا گیا جبکہ وہ اعمار و اصغر کے درمیان میں تھا تو آپ نے عصر کی نماز ادا فرمائی۔ بعض روایات میں ہے کہ سورج کو اس یوم نہیں روکا گیا تھا بلکہ آپ نے نماز غروب شمس کے بعد ادا فرمائی اسی میں اشارہ ہے کہ آپ نے فرمایا۔ شغلونا عن الصلوٰۃ الوسطی۔ انہوں نے ہمیں درمیان سے روکا یعنی نماز عصر سے۔ (شرح البیان عربی ص ۸۶ اردو ص ۳۶۸ ۳۶۹)

بندار کے ایک واعظ کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ عصر کے بعد دعا فرما رہے تھے اور اس میں اہل بیت کے فضائل کا ذکر چل نکلا بدل سورج کے اوپر چھا گیا۔ حاضرین مجلس نے سمجھا کہ سورج ڈوب گیا اسی لیے مجلس میں ہلچل مچ گئی۔ واعظ نے فرمایا سکون سے بیٹھو یہ کہہ کر سورج کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

لا تغیبی یا شمس حتی ینتہی

مدی لآل المصطفیٰ و لفصلہ

ترجمہ ۱۔ اے سورج نہ ڈوب یہاں تک کہ میری مدح آل مصطفیٰ کی مکمل ہو جائے۔

ان کان للصوی و قوفک فلیکن

هذا الوقت ولیہ و لنسلہ

ترجمہ ۲۔ اگر تیرا ٹھہرنا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا تو آج ان کی اولاد کے لیے ٹھہر جا۔ واعظ کے ان اشعار کے اہتمام پر سورج بادل سے باہر نکلا تو واعظ پر بے نیاز

زبدات اللہ کے بارے میں اشارے کرتے گئے۔

شیخ علامہ بحر العلوم شرح منہوی مولانا روم رحمہ اللہ میں لکھتے ہیں کہ شیخ محمد عبداللطیف روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت امیر المؤمنین عمر چادر کی رہے تھے آپکا بدن مبارک نکلا تھا سورج کی گرمی جسم مبارک پر پڑی تو آپ کو تکلیف محسوس ہوئی تو آپ نے سورج کی طرف غصہ سے دیکھا تو اسی وقت سورج بے نور ہو گیا۔

(بحر العلوم ص ۱۶ جلد ۱ مطبوعہ)

حدیث نمبر ۱۲۷ جلد ۱)

انسان کو ہی اللہ تعالیٰ نے اپنا نائب بنایا اور نائب (خلیفہ) کا وہی کام جو تفسیر جو اصل (ذات) ورنہ خلافت

بے معنی ہی رہ جاتی ہے جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی و دیگر مفسرین نے "آیت و اخ قال ربك (پل) کے تحت لکھا کہ اللہ نے اپنی صفات کاملہ کا مظہر حضرت انسان کو بنایا تو وہ امور جو اللہ تعالیٰ کے ہیں وہی آگے اسکے نائب اور خلیفہ حضرت انسان میں ہونے لازم ہیں اسی لیے ابلیس ملعون ٹھہرا کہ اس نے خلیفہ کی حقیقی حیثیت کا انکار کیا اور اس کی نگاہ صرف اس کی ظاہری صورت پر رہی اور حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف خلیفہ بلکہ حق تعالیٰ کے نائب اعظم ہیں۔ چنانچہ روح المعانی ص ۲۱۹ ج ۱ میں ہے:

فہو علی الحقیقۃ الخلیفۃ الاعظم فی الخلیفۃ والامام المقدم فی الارض والسموات العلی ولولاه ما خلق آدم بل ولا ولا بلکہ کچھ بھی نہ ہوتا۔

اس نیابت پر حضور علیہ السلام کے لیے رد الشمس کے لیے انکار کیوں اگر احادیث مبارکہ میں اس کی تصریح بھی نہ ہوتی تب بھی ہیں اس قاعدہ پر حضور علیہ السلام کے رد الشمس کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔

رد الشمس کی احادیث فقیر نے سابقاً بیان کر دی ہیں امام احمد رضا خان فاضل دیوبند قدس سرہ الامین والعلیٰ میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں کہ:

طرائق معجم کبیر میں بسند حسن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ ان البلی صلی اللہ علیہ وسلم اس الشمس قانت ساعۃ من نہار۔ کو حکم دیا کہ کچھ دیر چلنے سے باز رہو فوراً ٹھہر گلو۔

اس پر تبصرہ فرمایا کہ اس حدیث حسن کا واقعہ اس حدیث صحیح کے واقعہ فائدہ عظیمہ سے جدا ہے جس میں ڈوبنا اور سورج کے لیے پلٹنا ہے یہاں تک کہ نبوی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے نماز عصر خدمت گزار دی باری صلی اللہ علیہ وسلم میں قضا ہوئی تھی۔ ادا فرمائی۔

امام اہل طحاوی وغیرہ اکابر نے اس حدیث کی تصحیح کی۔ الحمد للہ خلافت رب العزۃ کہتے ہیں کہ ملکوت السموات والارض میں انکا حکم جاری ہے تمام مخلوق کو انکے لیے حکم اطاعت و فرمانبرداری ہے وہ خدا کے ہیں اور جو کچھ خدا کا ہے وہ سب انکا ہے۔ (الامین والعلی ص ۱۳)

۲۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جملہ مخلوق کے رسول ہیں۔ نصوص قرآنی کے علاوہ صحیح حدیث میں ارسلت الی الخلق میں تمام مخلوق کا رسول ہوں صلی اللہ علیہ وسلم

اس قاعدہ پر بھی رد الشمس کے بارے میں شک نہیں کر سکتے اس لیے کہ سورج بھی جملہ مخلوق کے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہے اور امت کے ہر فرد پر اپنے رسول (عیسایہ السلام) کا حکم ماننا فرض ہے۔ کما قال تعالیٰ

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رُسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ
(مہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اسکی اطاعت کی جائے۔

۳۔ سَخَّرَ لَكُمْ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ ۚ وَذَرَيْنَاكُمْ شَرْخَ
اور چاند سخر کیے اس کے علاوہ جملہ آیت فیخیر
تخیر کا عرفی معنی تو ہے خدا کی شکرگزاری فیخیر معنی رحمة اللہ نے فرمایا ہے

فائدہ

ابر بادومہ وغور شید و فلک در کارند
تا تو نانے کف آری و بقلعت شخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار
شرط انصاف بنا شد کہ تو فرمانبری
ترجمہ۔ ابر ہوا سورت آسمان کام میں لگے ہوئے ہیں تاکہ تو روزی حاصل کر کے غفلت
سے نہ کھائے۔ تمام تیرے لیے پریشان اور تابعدار ہیں۔ انصاف کے نامناسب
ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کا فرمان نہ ملے۔
لیکن حقیقی معنی کے اعتبار سے وہی مطلب ہے جو حاجی امداد اللہ مہاجر کی
رحمہ اللہ نے فرمایا۔

کہ عارف کامل پر ایک ایسا مقام آتا ہے کہ

دریں مرتبہ عارف متصرف عالم گردد | اس مرتبہ میں عارف عالم کا متصرف
و سخر لکم السموات و ما فی الارض بطور پذیر | ہوتا ہے اور تخیر کا ظہور ہوتا ہے اور
و صاحب اختیار باشد بطریق ضیاء الطوب | صاحب اختیار ہوتا ہے۔

اسی مقام کے مطابق سیدنا غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔
ہا منها شہوع ولا حشوع | کوئی مہینہ اور زمانہ ایسا نہیں جو گزرے
تمس و تنقضی الا اتالی | اور ختم ہو جب تک میرے پاس نہ آئے

فائدہ

یہ مقام تو غوث الاعوان کا ہے تو پھر سوچئے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ

و علیہم وسلم کا مرتبہ کتنا بلند و بالا ہوگا۔ تو پھر انکی لیے سورج کا نورٹ آیا یا رنگ کون سا مشکلی
اسے ہے لیکن نہ ملنے والوں کی ضد نہ ملنے کی ہے اور نہ ملے گی۔ ہاں حق کے متلاشی
کے لیے ادنیٰ اشارہ ہی کافی ہوتا ہے لیکن الحمد للہ یہاں تو واضح اور روشن دلائل کا
دفتر کھلا ہے۔

اصحاب کف اور سورج

اللہ تعالیٰ اصحاب اکہف کے لیے فرماتا ہے
اور اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سورج کو دیکھو گے
جب نکلتا ہے تو ان کی غار سے داہنی جانب
پنج جات ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو
ان سے بائیں جانب کتر آتا ہے۔ حالانکہ
کھلے میدان میں ہیں۔
و تری الشمس اذا طلعت
تزاود عن کہفہم خات
الیمین و هم فی فجوة منہ
(دہ۔ کف ع ۲)

فائدہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب کف کے لیے بطور عرق عادت
سورج کو اپنی روزنہ رفتار سے ہٹا دیا تاکہ انکے آرام میں خلل واقع نہ ہو
چنانچہ انکی رفتار کی تبدیلی سے ان پر سورج کی شعاعیں نہیں پڑتی تھیں اس لیے اس غار
کا صحن جنوبی جانب تھا اللہ نے خرق عادت کے طور سورج کو وہاں سے ہٹا دیا تھا تاکہ
اصحاب کف کی کرامت ظاہر ہو۔

لقد البیان تحت آیت ہذا ص ۳۲ پارہ ۱۵ میں ہے کہ اصحاب کف کا
معاظہ عجیب تھا باوجودیکہ وہ ایک کھلے اور وسیع میدان میں آرام فرماتے تھے لیکن طلوع
وغروب کے وقت سورج کی معمولی کرن بھی ان پر نہ پڑتی تھی ورنہ ایسے میدان میں سونے
والوں پر سورج کی کرن کا پہنچنا لازم تھا اس سے واضح ہوتا ہے کہ تقدیر الہی سے ان پر
سورج کی کرن نہیں پڑتی تھی اسے ہم اہل اسلام کرامت اولیاء سے تعبیر کرتے ہیں اسی
لیے اسے اللہ تعالیٰ۔ خلقت من آیات اللہ۔ یہ اللہ کی نشانیوں سے
ہے سے تعبیر فرمایا۔

یہ اصحاب کہتے ہیں کہ اگر وہ گھنٹے یا دو گھنٹے یا ایک دن یا دو دن نہیں
انتباہ بلکہ انہیں تو اس کیفیت میں صدیاں گزریں۔ اللہ فرماتا ہے۔

وَلِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرٌ
اور وہ اصحاب کہتے ہیں کہ غار میں تین
سو نو برس ٹھہرے۔

وہ خدا جو اپنے محبوب بندوں کے لیے سارے نو سو سال نظام شمس
قائدہ کو تبدیل کرتا ہے۔ تو اسے سچا مان گیا ہے لیکن اس کے محبوب صلی
اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک لمحہ نظام شمس کی تبدیلی کا انکار کر رہا ہے یہ اس کی بد قسمتی
نہیں تو اور کیا ہے بلکہ اللہ نے ایسے لوگوں کو بے مرشد کہا چنانچہ اس کرامت کے
ذکر کے آخر میں فرمایا۔

مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ
وَمَنْ يَضِلْ فَلَنْ يُجِدْ لَهُ دَلِيلًا
جسے اللہ ہدایت دے وہ ہدایت
یافتہ ہے اور جسے اللہ گمراہ کرے تو
اسکا ہرگز نہ پاؤ گے حافی و ہبزر

تعارف ابن تیمیہ اس کا نام احمد اور کنیت ابو العباس تھی دمشق میں حنفی
مشہور تھیں سو کتب کا مؤلف (زر قانی ص ۲۴۸ ج ۱)
۶۶۱ھ حزان میں پیدا ہوا اور دمشق میں قلعہ دمشق کی جیل میں بحالت قید ۲۰ ذیقعد
۷۲۸ھ میں فوت ہوا۔

جنہی ہونے کا مدعی تھا لیکن دراصل پکا غیر مقلد تھا چنانچہ امام ذہبی لکھتے ہیں کہ۔
انہ اذا افتی لم یلتزم
بمذہب بل یقوم بما دلیله
عندہ (طبقات ص ۳۹ ج ۲)
جب فتویٰ دیتا تو کسی خاص مذہب
کا التزام نہیں کرتا تھا بلکہ اس خیال پر
فتویٰ صادر کرتا جسکی دلیل اسکی نظر میں تھی۔
اسکے دماغ میں فرعونیت کا یہ عالم تھا کہ "ہم جو من و یجر سے نیست اور انا خیر منہ"

کی تقلید میں اسلاف کی تحریرات کی غلطیاں نکالنے کی وجہ میں رہتا چنانچہ ذہبی
لکھتے ہیں کہ۔

بین خطا کثیر من اقوال
المفسرین ویوہی اقوالاً عدیدة
(التاریخ الکبیر ص ۲۹۱)
ابن تیمیہ مفسرین کے اقوال کی غلطیاں
بیان کرتا اور انکے بہت سے اقوال کو
بیکار و باطل ثابت کرتا۔

یہی امام ذہبی لکھتے ہیں کہ۔

امام ذہبی کا اعتراف انا لا اعتقد فیہ عصمتہ بل انا
مخالفہ فی مسائل اصلیہ و فرعیہ فان کبار ہم ینتمون
علیہم اخلاقاً و افعلاً و کل احدا یؤخذ من قولہ و
یترک (از فائدہ جامعہ) میں ابن تیمیہ کی عصمت کا قائل نہیں بلکہ میں تو بہت سے
اصولی و فروعی مسائل میں اسکا مخالف ہوں۔ بڑے بڑے علماء ابن تیمیہ کے اخلاق
و عادات سے ناراض تھے اور ہر ایک اپنی بات پر پکڑا جاتا اور چھوڑا جاتا۔ بالاخر اسکی
بد مذہبی کی بدبو پھوٹ پڑی اور مناظر و نمک و نوبت آئی۔

ابن تیمیہ کے بارے میں البدیع الطالع ص ۶۵ میں لکھتا
شوکانی مبنی ہے کہ۔

و اقل من انکر علیہ
اصل عصمہ فی شہر ربیع الاول
۶۹۸ھ
اور ابن تیمیہ کے معاصرین نے سب سے
پہلے ربیع الاول ۶۹۸ھ میں اس پر اعتراض
وا انکار کیا۔

شرح عجالة نافه مولوی عبد الحلیم نے کتاب مذکور ص ۲۴۶ میں لکھا ہے کہ
ابن تیمیہ سے اصول و فروع میں سے بہت سی غلطیاں
ہوئیں یہ علامت امت کا بڑا احسان ہے کہ انہوں نے ہر زمانے میں بڑے سے بڑے

فقتہ مختصر تھا انکے بعد ابن تیمیہ نے انکے تمام نظریات اور ابواب حزم ظاہری سے لیے۔ اور ظاہری خوارج کی ایک شاخ ہے اور موجودہ زمانے کے نجدی اور غیر مقلدین اور دیوبندی ابن حزم، ابن تیمیہ اور اسکے شاگرد ابوالقاسم کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اور قاضی شوکانی اور داؤد ظاہری بھی انہیں کے ہم مسلک تحریک مولوی عبدالحی مکنوی نے کہ قاضی شوکانی متاخرین میں سے کم عقل اور کثرت علم میں ابن تیمیہ کے ہم مثل تھا۔ ان دونوں کی مثال ایسے ہے جیسا کہ ایک جوتا دوسرے جوتے کے مطابق ہوتا ہے بلکہ شوکانی دوسری صفت کم عقلی میں اس سے بڑھ کر ہے۔ یاد رہے کہ ابن تیمیہ اور محمد ابن عبد الوہاب کو غیر مقلدین اور نجدی دیہاتی شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور اکثر و بیشتر دیوبندی حضرات بھی اسے ایسا ہی سمجھتے ہیں۔

خوارج کی وراثت کو ابن تیمیہ نے سمجھا
دور حاضر کے دیوبندی بریلوی مسائل | اسکے مرنے کے بعد محمد بن عبد الوہاب

کو خوارج کی وراثت نصیب ہوئی (شامی) اس سے ثابت ہوا کہ حقیقتہً ابن تیمیہ دیہاتوں کے بہت بڑے امام ہیں۔ محمد بن عبد الوہاب نجدی نے دیوبندیوں اور غیر مقلدین دیہاتوں کے محدث مولوی عبید اللہ سندھی نے اس کی تصدیق ان الفاظ میں کی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے ماننے والوں میں سے سرزمین نجد میں محمد بن عبد الوہاب پیدا ہوئے۔ دراصل محمد بن عبد الوہاب نجدی نے کسی ایسے استاد سے علم حاصل نہ کیا تھا جو انہیں صحیح ہدایت کی راہ پر لگاتا اور نفع مند علوم کی طرف ان کی رہنمائی کرتا اور

دین کے معاملات میں ان میں فتنہ کی سمجھ پیدا ہو کر تا طلب علم کے سلسلہ میں محمد بن عبد الوہاب نجدی نے صرف اتنا کیا کہ شیخ ابن تیمیہ اور انکے شاگرد کی بعض کتابیں پڑھیں اور ان کی تقلید کی۔ (شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص ۲۳)

دیہاتی دیوبندی اور سنی بریلوی اختلاف کی بنیاد ہندو
محمد بن عبد الوہاب | پاک میں مولوی اسماعیل دہلوی کے ذریعے اسی مختار